جلد



مذہبی، اخلاقی، تاریخی، سیاسی، علمی، ادبی،

ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو شایع ہونے والا ماہوار رسالہ

زیر ادارت

# مولوی محمد بدیع الدین الفاروقی

(پتہ) ڈور نمبر ۴۴ جان جہان خان روڈ رائی پیٹ پوسٹ آفس مدراس

# MUARRIKH

A

RELIGIOUS, HISTORICAL, SOCIAL, PHILOSOPHICAL

LITERARY, AND POLITICAL

Monthly Re-view.

EDITED BY

Maulavi Muhammad Badi-ud-din-ul-Farooqi

44, JAN-I-JEHAN KHAN ROAD,

ROYAPET, P. O. MADRAS

مطبعۂ مورخ جان جہان خان روڈ مدراس

مورخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربنا ایدنا بروح منک

جلد ۱ ۳ جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ

# ایک قدیم فارسی قلمی رسالہ

دنیا کا قدیم سے یہ دستور ہے کہ ایک قوم بگڑتی ہے اور دوسری اسکے بجاے قایم ہوتی ہے۔ قایم ہونے والی قوم برباد شدہ قوم بلکہ اس سے آگے والی جملہ اقوام کی جملہ علوم و فنون۔ اور رسوم و رواج عادات و خصائل۔ اور حرکات و سکنات کی وارث ہوتی ہے اسی قاعدہ سے دنیا آگے بڑہتی گئی اور آیندہ بہی اسیطرح بڑہتی جائیگی۔

جس وقت زمانہ اپنے فطرتی انقلابات کیا تا ہوا عربون تک پہنچا۔ عرب اپنے ریگستانون اور وادیون سے آباد اور سرسبز و شاداب دنیا مین نکل کہڑے ہوے۔ قرآن اسکے ساتہ تہا۔ اور رسول کا کلام انکی رہبری کر رہا تہا۔ وہ ان ہدایتون سے سرفراز ہوکر ان تمام ممالک پر فتحیاب ہوگئے جو ان سے کہین بدرجہا مہذب و متمدن تہے۔ ان فتحیابیون کے بعد زمانہ کے غیر متبدل قاعدہ کے اقتضا پر انکو بہی ان جملہ علوم و فنون اور رسوم و رواج اور عادات و خصائل کا وارث بننا پڑا جس طرح اگلے اقوام بنتی چلی آتی تہین۔ انہون نے جانشین ہوکر فارس و روم۔ شام اور مصر۔ یونان اور ہند کے بلاد ان نظری اور عملی ترقیون پر قبضہ کرلیا جو انسانی دماغ کے قرنہای متعددہ کے کوششون کا نتیجہ تہین۔ اس سے اس شمشیر زن قوم مین جو ہدایات آسمانی سے لبریز ہوکر حکمت

وفلسفہ عقہ کے تشنہ ہو رہی تہی۔ دماغی ترقیون کا جدید سلسلہ شروع ہوگیا۔ وہ ترقیان کہ جنسے خداوند حکیم وعلیم کو یوروپ جیسی اندہیرے گھپ سرزمین چاند نا پھیلانا، وراس روشنی کے رہبری سے یہان کی جاہل اقوام کو نہایت ہی نقطۂ عروج وتقدم پر پہنچانا تہا جیساکہ آجکل ہم ملاحظہ کر رہے ہین۔ ہر ایک علم وفن مین مسلمان عالمون نے تحقیقات جدیدہ کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اور یہ تحقیقات کل انسانی کوششون پر ایک قابل قدر اضافہ ثابت ہوئین۔ بغداد اور مصر دمشق اور مغرب قصی اور اندلس کے ہر ایک وسیع اور شایستہ شہر مین ان جدید تصنیفات کا ایک ایک بہرا پرا کتبخانہ نظر آنے لگا۔ ہر طرف سے تاریخ علم کعبۂ علم کے طواف کے لئے احرام باندہے ممالک اسلامیہ کو چلے آرہے تہے۔

کچہ صدیون کے بعد جبکہ فروعات کی فضول کیشمکش پیدا ہوکر مسلمانون مین خانہ جنگیان ہونے لگین۔ ان آسمانی برکات کا دروازہ بند ہوگیا نہ وہ علمار رہے جو جدید تحقیقات سے ہر ایک راز سربستہ کا انکشاف کر رہے تہے۔ اور نہ وہ طلاب علم ہی جو شوق علم مین مشرق سے مغرب پہنچ جاتے تہے۔ صرف رسمی کتابین باقی رہگئین اور تقلید عامیانہ پردار ومدار رہگیا۔ اس صورت مین قدم آگے بڑہین تو کیونکر ترقی کا قدم رک گیا۔ قوم پر جیساکہ ہر ایک تنزل پانیوالی انسانی جماعت کے لئے خدا کی سنت ہے ادبار کے آثار دورسے آنے لگے۔ ہزارہا علوم وفنون کی کتابین ہماری کس مپرسی اور غیر قوم فاتحون کے دست برد سے یا تو بربادی کے نذر ہوچکے یا المارپون ہی مین دہرے رہکر دیمک اور بوسیدگی کی غذا بنگئین۔

قابل قدر تصنیفات کو قدر شناس حریف ڈہونڈ ڈہونڈ کر اڑالے گئے اور تہوڑی سی کوشش کے بعد انہون نے انکو اپنا مال ٹہرایا اور آپ محقق مشہور ہوے۔ آج بہی اسپین کے شہر ہائے کارڈوا اور گرنیڈا مین خلافت عربیہ کا کتبخانہ جو حوادث سے بچکر رہگیا تہا۔ بند پڑا ہو کس مپرسی کے عالم مین موجود ہے۔ معلوم نہین۔ کتابون کا کیا حال ہوگا اور کیسی کیسی قیمتی کتابین ہونگی۔ ایک وقت اخبارون مین مشہور ہوا تہا کہ قسطنطنیہ اور مصر کی ایک علمی جماعت اس کتبخانہ کا جائزہ لینے والی ہے۔ اور خود سلطنت اسپین نے بہی اسکی اجازت دیدی ہے مگر بعد مین کچہ بہی من گن نہین پڑی۔

اس کتبخانہ کے سوا خاص آستانہ علیہ مین بہی کئی کتبخانے موجود ہین۔ ان مین بہی قدیم قلمی کتابون کی ایک خاص تعداد ہے۔ تاہم ادہر کے علمار ان کتابون کو نگاہ کم اٹہاکر نہین دیکہتے معلوم نہین کہ ان گودڑون مین کیسے کیسے لعل ہونگے۔ خدا علامۂ مصر کی محقق وعالم السنۂ متعددہ کو زندہ رکہے کہ انہون نے دو چار سال ہوتے ہین آستانہ کے کتبخانون سے کچہ کتابون کی نقلین فوٹوگراف کے ذریعہ لائی ہین اور سنا جاتا ہے کہ اب

وہ چھپ بھی رہی ہین - اگر اسلامی دنیا مین ہر طرف ایسی ہی تلاش و کوشش ہو تو بزرگون کی میراث جو اغیار کی تصرف اور دستبرد زمانہ سے بچی رہگئی ہے وہ عالم اشاعت مین آکر مردہ مصنفون کے نامون کو زندہ کرتی ہوئی ہمارے اس فخر کو بھی دوبالا کر دیگی جو ہمین اپنے اسلاف کرام کے متعلق ہے -

قیاس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی خاک ہند مین بھی ابھی بہت سی ایسی تالیفات و تصنیفات گمنامی مین دبکی پڑی ہین جو فی الواقع قابل قدر ہونگی - مگر انکا ڈھونڈھ نکالنا کسی فرد واحد کے بس کی بات نہین -

ہمارے اس قیاس کا ثبوت اسی سے ہو سکتا ہے کہ چند روز ہوتے ہین کہ ایک چھوٹا سا قلمی غیر مطبوعہ رسالہ ایک پنساری کی دکان سے ہمین ہاتھ لگا - یہ علم بیان کے شعبہ مجاز و حقیقت کے بیان مین ہے - نام **رشحات الاعجاز فی تحقیق الحقیقة والمجاز** ہے - زبان فارسی - مولف کا نام محمد غوث بن ناصر الدین ارکاٹ کا باشندہ اور قوم نائطہ ہے - سن تالیف بارہ سو پانچ ہجری ہے جبکہ دولت کرناٹک والا جاہیہ کا عین عروج تھا - یہ رسالہ کسی امیر کے فرمایش پر تحریر ہوا ہے - مگر صراحةً اس امیر کا نام نہین معلوم ہو سکتا کہ امیر کو اپنی شہرت منظور نہ تھی - صرف اس عالم کی قدر افزائی اور طالبان علم کی بھلائی کا خیال تھا -

رسالہ تو ۱۲۰۵ھ مین تالیف ہوا ہے مگر کاتب جو اس رسالہ کو نقل کیا ہے کہ جسکا نام عبدالرحمن ہے وہ اپنے کتابت کا سن ۱۲۵۶ ہجری لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تالیف سے اکاون برس بعد اس کاتب نے اسکو نقل کیا ہے - اگرچہ کہ علم بیان کی کتابون مین یہ شعبہ موجود ہے کوئی جدید اضافہ نہین تاہم ہم اس خیال سے اس کو مورخ کے صفحون پر نقل کرتے ہین کہ ہو سکتا ہے کہ اسکی موجودہ ترتیب و تبویب سے کسی طالب علم کو فائدہ ہو اور یہ کہ اس مرحوم عالم کی یہ تالیف جو کئی دن اور راتون کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہوگی دستبرد زمانہ سے بچکر زندہ رہجائے اور اپنی زندگی کے ساتھ ہی اپنے مولف کے نام کو بھی زندہ رکھے -

ہمارے ناظرین مین سے بجز چند خاص خاص لوگون کے اکثرون کو اس کتاب سے کچھ بھی فائدہ نہوگا - مگر یہ کچھ کم فائدہ نہین ہے کہ ایک علمی تصنیف **قعر اموات** سے نکل کر عالم حیات مین آتی ہے - اور یہ وہ فریضہ ہے جو ہر ایک علم دوست انسان پر واجب ہے -

بہرحال اب ہم اس تالیف کو بجنسہ نقل کرتے ہین اور وہ اسطرح شروع ہوتی ہے -

---

٭ ایک اور قدیم قلمی غیر مطبوعہ کرم خوردہ فارسی کتاب بھی ہمین ایک شخص کی معرفت ملی ہے - یہ ایک چھوٹا سا [illegible] ہے مولف لیلیٰ کی ترتیب دیا گیا ہے - ہم انشاءاللہ اسکا ترجمہ بھی بہت جلد ہدیۂ ناظرین کرینگے ۱۲ اڈیٹر

# رشحات الاعجاز فی تحقیق الحقیقۃ والمجاز

تالیف فاضل وکامل جامع منقول ومعقول -

حاوی فروع واصول مولانا محمد

غوث بن ناصر الدین محمد کان اللہ

لہما ولاسلافہما

م م م م

م م

م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لآلی متلالی معانی رائقہ کہ بغواصی افکار صایبہ - از بحور صدور بسواحل السنہ برآید - و بہ تنظیم
انامل اقلام بلاغت اعلام از اصداف افواہ در سلک سطور بہ انتظام گراید - سزائے ثنای
مالک الملک و الملکوتیکہ مجاز را قنطرہ حقیقت نمود - و کامل العز و الجبروتیکہ حقیقت
انسانیہ را بہ تشخیص علمہ البیان مشخص فرمود - و درود و سلام الود بر اکمل مصنوعات - و افضل موضوعات
و اعرف مخلوقات - و اشرف موجودات - وارجح وسایل - و اوضح دلائل - رسول میمون
النقیب حبیب واجب التوحیب محمد مصطفے - و بر آل با صفا و اصحاب با وفا الی ابدالاباد -
متواصل و مسلسل باد ہم اما بعد میگوید بندہ خاکسار عاصی خاطی محمد غوث بن ناصر الدین محمد نائطی
شافعی ارکاٹی - کان اللہ لہ ولوالدیہ - و احسن الیہما والیہ - کہ در حدود ۱۲۰۵ یکہزار و دو صد و پنج
ہجری بعضی از اعیان خوانین بلند مکان - و صدور قدر شناسان والا منشان اللہم اجعلہ کاسمہ
وحیدا فی الاوصاف الرضیہ و علیا فی الاخلاق المرضیہ استدعائے تحریر تعریف و تقسیم حقیقت

۱ اکثر لوگ اس لفظ کے املا مین غلطی کرکے تای حطی سے لکھتے ہین - فی الحقیقت اسکو تای قرشت سے لکھنا چاہیے کیونکہ یہ ایک شہر کا نام ہے جو بمبئی کے قریب قدیم زمانہ مین واقع تہا - اس وقت اسکو تانا یا ناتا کہتے تہے عرب جس وقت سندھ کو فتح کرتے یہانتک بہی آپہنچے - انکی آمد و رفت سے یہان انکی اولاد بہی پہیل گئی - یہ نسل ناتی

ومجاز - علی وجہ مقتصد بین الاطناب والایجاز فرمودہ باوصف تشتت بال - وباضمحلال احوال
نظر بہ استعاف فرمودہ اوچند ورق باوضع طرق - واسہل سبل بطور رسالہ ترتیب داد ومسمی
کردو شرحات الاعجاز فی تحقیق الحقیقۃ والمجاز - واللہ الموفق للسداد - ومنہ المبداء والیہ المعاد **مقدمہ**
**در تعریف حقیقت ومجاز** حقیقت استعمال لفظ در معنی کہ اولا جہت آن موضوع
شدہ است چون لفظ اسد کہ وضع کردہ شدہ است اولا برائے شیر پس اگر گویند ہذا اسد وازان
ارادہ شیر کنند حقیقت است **و وجہ تسمیہ** بدان اینکہ حقیقت مشتق از حق است بمعنی ثابت
چون آن لفظ بر معنی اصلی خود ثابت ماند مسمی شد بحقیقت **ومجاز** استعمال لفظ در معنی است کہ برائے
آن اولا موضوع نگشتہ چون ہمان لفظ اسد اگر گویند زید اسد یعنی زید شیر است پس مجاز باشد
**و وجہ تسمیہ** بدان اینکہ مجاز بمعنی گذشتن است چون آن لفظ از معنی اصلی خود گذشتہ در
غیر آن مستعمل گردید پس مسمی شد بمجاز **فصل** در مجاز علاقہ ومناسبت میان معنی اصلی واستعمالی ضرور
است **چنانچہ** در مثال مذکور کہ مناسبت درمیان زید وشیر در شجاعت است واگر درمیان
ہر دو معنی مناسبت وعلاقہ نباشد آنرا مرتجل نامند چون ہمان لفظ اسد کہ نام شخصی از انسان نہند بجز
تولد مثلا کہ درینجا شجاعت اصلا متصور نیست **و وجہ تسمیہ** بدان اینکہ مرتجل بمعنی منفرد وتنہا است
چون آن لفظ از معنی اصلی خود مناسبت نداشت وازان منفرد وتنہا شد مسمی گردید بہ مرتجل **فصل**
بدانکہ آن علاقہ کہ در مجاز شرط است علاقہ مشابہت باشد یا نہ **بر تقدیر اول** اگر بہ آلات تشبیہ

کہلانے لگی یعنے ملک ناتا کے باشندے - بعد مین اس نئی نسل کا صدر مقام کوکن ٹھہرا - پھر کوکن والون کی اولاد
دکن کے دربارون کے جانب بڑہ آئی اور کارنماتے نمایان کے صلہ مین مختلف خطابون سے سرفراز ہوے جو بعد مین
جلکر انکی اولاد کے لئے **الگ** بنگئے پھر بے الگ ادکھی پیدا ہوگئے - غرض یہ جو کہا جاتا ہے کہ بنی نایط ایک عربی **قبیلہ**
کا نام ہے اسکا تذکرہ اگرچہ کچہ کتابون مین موجود ہے مگر کوئی جید تاریخی ثبوت نہین - واللہ اعلم بالصواب

مستعمل شده پس تشبیه است چون زید کالاسد که بکاف تشبیه مقرون گشته **و اگر به** آلات تشبیه
مستعمل نشده پس استعاره باشد چون زید اسد **استعاره** بمعنی عاریت خواستن است **چون**
در مثال مذکور لفظ اسد که در اصل برای شیر موضوع است جهت زید مقرر کردند گویا از اصل
وضع آن عاریت گرفتند پس مسمی گردید باستعاره و بر **تقدیر ثانی** یعنے درمیان هر دو معنی علاقه
مشابهت نباشد مجاز مرسل است **زیراکه** مرسل بمعنے گذاشته شده آمده چون دران لفظ علاقه مشابهت
را گذاشته شد پس مسمی گردید بمجاز مرسل **فصل** مجاز مرسل را اقسام بسیار است **اول** اطلاق کل
برجزو وی چون قول وی تعالی **یجعلون اصابعهم فی اذانهم** میگردانند سرهائے
انگشتان خود را در گوشهائے خود اصابع دراصل بمعنی انگشتان است **و در اینجا** بمعنی انامل
یعنے سرهائے انگشتان که جزو اند مستعمل شده **دویم** اطلاق جزو بر کل **مثل** قول وے سبحانه
**وارکعوا مع الراکعین** نماز کنید با نماز کنندگان ذکر کرد رکوع را که جزو صلاة است و اراده
صلاة نمود **سیوم** اطلاق بر عام چون قول وی عز شانه انا رسول رب العالمین بدرستیکه
مایان رسولان پروردگار عالمین ایم ذکر نمود رسول را که خاص است زیراکه بمعنی یک پیغمبر باشد
و اراده جمیع نمود که عام است و شامل متعدد را **چهارم** اطلاق عام بر خاص چون قول
وی تبارک وتعالی ویستغفرون لمن فی الارض طلب مغفرت میکنند برائے مومنان
که ساکنان زمین اند من فی الارض عام است یعنے شامل مومنین و کافرین را
و ازان اراده کرده است خاص مومنان را **پنجم** اطلاق ملزوم بر لازم **و لازم** و ملزوم
دو شی را گویند که میان هر دو چنان خصوصیت باشد که بسبب آن خصوصیت بمجرد فهم ملزوم واجب
آید فهم لازم چون شعاع و آفتاب که بمجرد تصور آفتاب تصور شعاع واجب آید پس آفتاب ملزوم
است و شعاع لازم **ومثال اطلاق** ملزوم بر لازم چون قول حق سبحانه تعالی **وعلی ابصارهم**

غشاوۃ ذکر کرد غشاوہ راکہ بمعنی پردہ است و ارادہ کرد ازان نابینائی راکہ لازم است پردہ را پس معنی آیت اینست کہ چشمہائے آنہا از دریافت حق نابینا شدہ اند ششم اطلاق لازم بر ملزوم مثل قول وے تعالیٰ انک لتہدی الیٰ صراط مستقیم بدرستیکہ تو ہر آئینہ مینمائی راہ حق را پس ذکر نمود مستقیم را و ارادہ حق کرد ہفتم اطلاق مسبب بر سبب چون قول وی جل جلالہ نیز لکم من السماء رزقا فرود می آرد برائے شما از آسمان باران را ذکر کرد رزق کہ مسبب است و ارادہ باران نمود کہ سبب رزق است سبب آنرا گویند کہ باعث وجود چیزے شود و آن چیز را مسبب نامند ہشتم اطلاق سبب بر مسبب مثل قول وی جل شانہ ما کانوا یستطیعون السمع نیستند آنہا کہ توانائی دارند قبول سخن را ذکر کرد سمع کہ سبب قبول سخن است و ارادہ قبول نمود نہم توصیف شئی بحالیکہ در زمان گذشتہ داشت چون قول وی عز اسمہ واتوا الیتامیٰ اموالہم بدہید یتیمانرا اموال آنہا امر بدادن مال یتیم بعد بلوغ است و یتیم نمی گویند مگر قبل از بلوغ پس توصیف بہ یتیمی در حال دادن مال باعتبار حالیکہ سابق داشت صادر شدہ دہم توصیف شئی باعتبار مایؤل یعنی حالیکہ بعد از زمان تکلم عارض او خواہد شد مثل قول حق جل وعلا فبشرناہ بغلام حلیم پس بشارت دادیم او را یعنی ابراہیم علیہ السلام را بپسر حلیم یعنی بردبار وصف کرد پسر را بہ حلم پیش از وجود او باعتبار اینکہ بعد از وجود موصوف بہ حلم و بردباری خواہد شد۔ یازدہم اطلاق حال یعنی مظروف بر محل یعنی ظرف چون قول وی جل جلالہ ففی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون پس در رحمت خدا یعنی در جنت آنہا ہمیشہ باشند گاند ذکر نمود رحمت راکہ حال است و ارادہ کرد بہشت راکہ محل رحمت باشد دوازدہم اطلاق محل بر حال یعنی ذکر کنند ظرف را و ارادہ نمایند مظروف را مثل قول حق جل ذکرہ واسئل القریۃ الّتی

کنا فیہا سوال کن مردمان دیہی راکہ بودیم دران دیہ ذکر کرد قریہ راکہ محل مردمان است وارادہ نمود مردمانرا کہ مظروف اند سیوم وہم تسمیہ شی باسم آلہ آن چون قول وے تعالی وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ و نفرستادیم ہیچ پیغمبر را مگر بلغت و محاورہ قوم او ذکر کرد لسان را وارادہ کرد لغت ومحاورہ راکہ لسان آلہ آن است چہارم تسمیہ شے باسم ضد او مثل قول وی جل ذکرہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت بمعنے خبر خوش کنندہ است و مراد درینجا خبر ناخوش کنندہ باشد زیراکہ خبر بہ عذاب دردناک ناخوش کنندہ است یعنے خبر بدہ ایشانرا بعذاب الیم پنجم وہم نسبت فعل بسوی چیزیکہ صدور آن فعل ازان چیز صحیح نباشد چنان قول وے تعالی فوجدا فیہا جدارا یرید ان ینقض پس یافتند موسی و خضر علیہما السلام دیواری راکہ ارادہ افتادن دارد

# تربیت اور ہیئت اجتماعیہ

# یا

# فلسفہ تربیت

انسان اور حیوان مین فرق یہی ہے کہ حیوان پیدا ہوتے ہی اپنے جملہ لازمون اور ضروریات سے آگاہ ہوجاتا ہے۔ ہان اتنی بات ہے کہ اسکی فطرتی علمیت محدود ہوتی ہے۔ صرف وہین تک جہان تک کہ اس کے لئے فطری ضروریات ہین۔ اس سے وہ ایک انچہ بھی آگے نہین بڑھ سکتا۔ بئے کا گھونسلا جس وضع پر اس کائنات مین قدم رکھنے والے پہلے انسان کے عہد مین ہوگا ویسا ہی آج بھی موجود ہے۔ اسمین ذرہ بھی تغیر و تبدل نہین ہوا۔ ایک بئے کا گھونسلا کیا سارے حیوانی زندگی کا یہی عالم ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ انکی ضرورتین ابتدائی روز پیدائش سے تادم مرگ ویسی ہی اسیقدر چلی آتی ہین۔ جس قدر کہ انکی فطرت کا تقاضا ہے۔ ان ضرورتون مین ان کیجانب سے

کیونکہ ان میں قوتیں نہیں ہوتی ہیں ان کے قوای جسمانی اور دماغی ایسے نہیں پیدا کئے گئے کہ ترقی کر کے اپنے جائز خواہشات کے ساتھ ساتھ اپنے لوازم زندگی کو بھی بڑھاتے چلے جائیں۔ مگر انسان کی یہ بات نہیں ہے۔ وہ پیدا ہوتا ہے ایک مضغۂ محض۔ اس میں اگرچہ قوای جسمانی اور دماغی ودیعت ہوتے ہیں مگر پہلے پہل وہ کچھ بھی کام نہیں دیتے۔ اس کو خود اپنے بھی اپنے لوازم ضروریہ کا علم نہیں ہوتا۔ اس وسیع عالم میں جہاں اسے فطرت اور اپنے ابنائے جنس سے بہت ساری اور بھاری لڑائیاں لڑنا اور معرکے سر کرنا ہے وہ ابتداء ایک بے بس گوشت کا لوتھڑا قدم رکھتا ہے اسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ ابتدائی تین چار سال یونہی بیکار گزر جاتے ہیں کہ جن میں تا چند مہینے اس کے قوای جسمانی کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اس کے بعد تربیت و تعلیم کا رہبر اس کے ہمراہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ رہبر اس وقت تک اس کے ساتھ رہتا ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اور وہ خود دلائل و نتائج سے انجام بینی اور ہر ایک کام کی بھلائی اور برائی کو نہ سوچ سکے۔ وہ جو تربیت و تعلیم سے بے نصیب ہوتے ہیں صرف حیوان ناطق ہونے کے خاصہ سے ان میں اور دوسرے حیوانات میں کچھ تمیز نہیں ہوتی۔ وہ صرف کھاتے پیتے اور کوشش کرتے اور اپنی موت پر چلے جاتے ہیں۔ یہ اسی بدبختی کا نتیجہ ہے۔ قرآن حکیم ان کے اس خاصہ پر نظر فرما کے حکم لگاتا ہے۔ اولٰئک کالانعام بل هم اضل سبیلا (یعنی وہ چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں) ایران کے مشہور شاعر اور فلسفی اور تجربہ کار جہاندیدہ بزرگ اور شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی خدا کی لاکھوں رحمتیں ان کی روح پاک پر نازل ہوں فرماتے ہیں

بجا آدم از علم یابد کمال
نہ از حشمت و جاہ و مال و منال

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اولاد انسان کی بنا صرف تربیت و تعلیم پر منحصر ہے۔ جیسی جیسی تربیت و تعلیم ہوگی انسان ویسا ہی قابل عظمت اور نیک نہاد یا شریر اور بدنہاد ہوگا۔

انسان کا ایک بچہ جب ذرا بڑا ہوتا ہے بالکل جاہل رہتا ہے۔ اسے نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں کون ہوں۔ اور مجھے کیا کرنا چاہئے اور نہ یہ علم رہتا ہے کہ میرے آس پاس کیا ہے اور مجھ کو ان مخلوقات کے متعلق کیا کرنا لازم ہے۔ اگر اس کو تربیت نہ ہوگی وہ ویسا ہی ناواقف اور جاہل رہ جائے گا۔ جیسا کہ اس کرۂ زمین کا پہلا مخلوق تھا۔ ان کو البتہ اتنی ضرورت محسوس ہوگی کہ قوای طبیعہ کے خوف سے بچنے کی [illegible] متعدد ہیں۔ ان سے ڈرتا رہے۔ اور اپنے وطن کے [illegible] کے لئے وسائل و ذرائع [illegible] اور دوسرے [illegible] اپنی خواہشات اور فکر [illegible] ہو جاتا ہو۔ اس کے سوا نہ یہ علم ہوگا کہ میں کون ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہئے۔ لوگوں نے اپنے اپنے وقت کے تجربوں کو مدون کیا۔ تجربہ کار بزرگ [illegible] تربیت یافتہ لوگ اپنے [illegible] زندگی کو صرف اپنے آپ کے لئے ہی [illegible] نہیں رکھتے بلکہ [illegible] اور لوگ بھی ان سے فائدہ اور نتیجہ اٹھانے کا موقع دیتے ہیں۔ پھر ان تجارب کو بھی اپنے اخلاف کے لئے ورثہ میں دیتے ہیں۔ جب انسان باشعور ہو کر ان متعدد انسانی تجارب کو جمع کرنا شروع کیا ہے تب سے

دنیا میں شائستگی کا مذہب پھیلنے لگتا ہے۔ اور یہی مجموعۂ تجارب کا نام ہے "تمدن" یا "سولیزیشن" جو اس گشت دوران میں جاکر موجود پیدا ہوا ہے۔

## ۵

روشنی بخش اگر نور نہ تیرا ہوتا
محفل عالم امکان میں اندھیرا ہوتا۔

تربیت کا تمام منشا یہ ہے کہ بچہ کی ایسی تربیت ہو کہ وہ جس محیط یا قوم اور آبادی میں پیدا ہوا ہے اسمیں بخوبی اپنی زندگی گزار سکے۔ پس تربیت محیط کے اختلاف کے باعث مختلف ہوتی ہے۔ ایک حبشی کی ویسی تربیت نہ ہوگی جیسی کہ ایک یوروپین کی ہوتی ہے۔ وجہ یہ کہ حبشی کے محیط کا اقتضا یوروپین کے محیط کے اقتضا کے خلاف ہے۔ ایک بچہ یا قوم کا ایک فرد اپنے والدین اور اپنے معلم کے ذریعہ سے تمام علوم و معارف کو مسلسلہ حاصل کرتا ہے تاکہ قوم کی مدنیت یا تمدن میں شریک حال ہو اور قومی زندگی کا ایک عضو کارکن بنے۔

تربیت و تعلیم میں ایک بچہ یا ایک فرد کی زندگی کا ایک اہم حصہ صرف ہو جاتا ہے۔ ابتدائی تین سال اسکی تربیت اور ہاتھ اور ٹانگوں کی حرکات کے لئے مخصوص ہوتے ہیں پھر تیسرے سال سے چھٹویں اور بیسویں سال اور اسکے بعد تک وہ اپنی قوم کے تجربے اور اسکے علوم و فنون حاصل کرتا ہے اسکے بعد بتدریج قومی حیات ادبیہ میں شریک ہونے لگتا ہے۔ حیات ادبیہ سے ہماری مراد وہ تمام قومی اعمال اور آمال اور تعلقات ہیں کہ جن میں قوم کا ایک فرد واحد شریک ہوتا ہے۔

**ایک لڑکے کو اپنے محیط میں زندگی بسر کرنے کے لئے کسطرح طیار کرنا چاہئے**

علم الحیات میں یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ ایک نطفہ کو اپنے زمانہ نشوونما میں اسی قدر دوروں کا طے کرنا لازم ہے کہ جس قدر دورے اسکی جنس اپنی ایام نشو و ارتقا میں طے کر چکی ہے۔ مثلاً ایک انسانی نطفہ یکے بعد دیگرے اپنے جنس کے ان تمام انواع کی تصویر ہوتا ہے کہ جسے وہ پیدا ہوا ہے۔ یہی حال تربیت و تعلیم کا بھی ہے۔ تربیت سے ابتدا لڑکے میں قوم کی عقلی تاریخ کا نشوونما ہوتا ہے۔ اور اس نشوونما کے بعد وہ رفتہ رفتہ قومی تجارب اور اکتشافات اور سائر معلومات کو اس غرض سے جاننے لگتا ہے کہ آیندہ چلکر اپنے اہل خاندان اور اہل وطن کا شریک حال ہو سکے کہ انسان اپنی قوم کا ایک جزو ہے اور اسکی زندگی کبھی بھی اس قومی مجموعہ کے بجز ہیئت قائم رہ سکتی۔ اگرچہ کہ قوم کی ہمیشہ زندہ باقی رہنے کی لئے توالد و تناسل جسدی کا تسلسل لازمی ہے مگر صرف اسی تسلسل سے قومی حیات باقی نہیں رہ سکتی بلکہ اسکے قیام کے لئے تناسل عقلی کا سلسلہ بھی ہونا چاہئے۔ جس طرح ایک بچہ اپنے آبا و اجداد کے گوشت پوست اور خون کا وارث ہوتا ہے اسیطرح اسپر لازم ہے کہ وہ قوم کے نتائج عقل کا بھی وارث بنے۔ اس صورت میں گویا تربیت و تعلیم کا وسیع معنی یہی ہوا کہ ایک لڑکے یا ایک فرد کو اس طرح طیار کیا جائے کہ وہ اپنے قومی

ضروریات کے ادا کرنے کے لئے پورا پورا مستعد ہو۔ اور ہمارا موجودہ موضوع (سبجکٹ) یعنے تربیت اور ہیئت اجتماعیہ اس امر کا مقتضی ہے کہ ہم تین امور یا مبحث پر غور کریں۔ چنانچہ وہ یہ ہیں۔

(۱) محیط ادبی کن باتوں سے وجود پذیر ہوتا ہے۔

(۲) ہیئت اجتماعیہ پر تربیت کا کیا اثر ہوتا ہے۔

(۳) ان مباحث کے نتائج عملیہ۔

اب ہم ان تین امور پر الگ الگ بحث کرینگے۔

## اولاً۔ محیط ادبی کن امور سے وجود پزیر ہوتا ہے۔

انسان کی عاقلہ قوتیں تین ہیں (۱) احساس (۲) ادراک (۳) ارادہ۔ وہ اپنے احساس کے ذریعہ ہر ایک بات کا شعور پیدا کرتا ہے۔ ادراک سے جانتا، اور قوت ارادہ کے وسیلہ عمل پیرا ہوتا ہے اور ان تینوں قوتوں کے تابع کئے اور مظاہر او بیہ ہیں۔ جن میں سے کوئی احساس کا کام دیتا ہے۔ کوئی ادراک پر آمادہ کرتا ہے۔ اور کوئی شناسائی کا بانی ہے اور کسی سے ارادہ عملی صورت لیتا ہے۔ تربیت صحیحہ کی غرض اصلی اسیطرح ابتدائی تین اصول بنیادی ہے جس طرح انسانی قوتوں کا شمار تین ہے۔ اور یہ ابتدائی اصول بنیادی یہ ہیں:۔

اولاً۔ خوبی اور خوبصورتی کی محبت۔ برائی اور بدصورتی سے نفرت (اسکا تعلق احساس سے ہے)

ثانیاً۔ اصلیت اور حقیقت کی تحقیق اور غیر اصلیت اور توہم سے پرہیز کرنا (یہ ادراک سے متعلق ہے)

ثالثاً۔ فضیلت کے لئے عمل پیرا ہونا اور رزیلت کو چھوڑنا (اسکا تعلق ارادہ سے ہے)

انہیں تین صفات یعنی کمالیہ۔ حقیقت۔ فضیلت اور خوبی کے لئے ہر ایک اعلیٰ خیال انسان دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ اور اسی تین ارکان قویہ پر انسانی کمال کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ کیونکہ ہمارے جملہ مختلف علوم و معارف کی یہی غرض ہے کہ ہمیں ادراک "حقیقت" ہو اور تمام فنون لطیفہ کا مطلب اصلی اتنا ہے کہ "ہم میں جمال (خوبی) کا احساس پیدا ہو جاوے اور اسکی صورت کو ہم محسوس کر سکیں"۔ پھر سب اقوام اور اشخاص کے اعمال کی غایت یہی ہے کہ انہیں "فضیلت" حاصل ہو۔

اب ہم نیچے ایک نقشہ درج کرتے ہیں اس سے صاف واضح ہو جاوے گا کہ محیط ادبی کن چیزوں سے مرکب ہے اور وہ یہ ہے:۔

- علوم
  - علوم مادّیہ
    - علوم غیر حیویہ
      - طبیعیات
      - طبقات الارض و معدنیات
      - جغرافیا
      - کیمیا
      - فلکیات
    - علوم حیویہ
      - علم حیات (نباتات و حیوانات)
      - علم وظائف الاعضاء
      - علم التشریح
      - علم الانسان
      - طبقات الامم
      - علم الاجتماع (یعنی سیاست مدن)
      - علم الاقتصاد
  - علوم عقلیہ
    - علم النفس
    - منطق
    - ماورار المادۃ
    - فلسفہ ادبیہ
    - ریاضیات
    - علم زبان
- فنون
  - ہندسہ
  - حکاکی (عام صنعتیں)
  - مصوری
  - موسیقی
  - علم ادب
  - طب
- نتائج علوم عقلیہ
  - اصول ریاست و سلطنت و حکومت
  - قوانین حقوق رعایا و عدالت سینہ ۷
  - علم سلوک (یعنی سوانح فرد خاص)
  - علم تاریخ (یعنی تدوین احوال ہیئت اجتماعیہ)

## علوم

علوم نتیجہ ہیں عقل انسانی کے اس غور و خوض کا جو وہ ان مظاہر مادیہ و عقلیہ کے سمجھنے میں کام میں لایا ہے کہ جنکے بیچوں بیچ وہ زندگی بسر کرتا ہے۔ علم کی غرض اصلی یہ ہے کہ حقیقت نفس الامری تک رسائی ہو۔ دنیا جیسا کہ اب تک انسان سمجھا ہے دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک جوہر اور ایک مادہ اور ایک روح۔ اور علوم کی بھی دو قسم ہیں۔ ایک علوم عقلیہ اور دوسرے علوم نفسیہ۔ سب سے پہلے جب انسان خارجی دنیا پر نظر ڈالتا ہے تو اسے مادہ اور مادہ کے ظواہر یا مظاہر نظر آتے ہیں۔ اور جب وہ اسکے خلاف اپنے ذات کی جانب متوجہ ہوتا ہے عقل اور مختلف قوتوں کا جلوہ اُسے دکھائی دیتا ہے۔ اور مادہ کے بھی دو نوع ہیں ایکا نام عضویہ یا حیہ (زندہ) ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ جس سے ایک زندہ مخلوق (عام معنی مراد ہیں) کے تمام اجزا اسطرح باہم ربط اور ضبط پیدا کر لیتے ہیں کہ جس سے اس مخلوق کے سارے جسم کی زندگی اسی ارتباط انضباط پر منحصر ہوتی ہے۔ جیسے حیوانات اور نباتات کی زندگی۔ اور دوسرے کا نام غیر حیہ (بیجان) ہیں ذات جنکے اجزا باہم ارتباط و انضباط تامہ کے ہوتے نہیں رہتے۔ جیسے طرح طرح کے جمادات۔ اگر جمادات میں سے انکا کوئی جز نکال لیا جائے تو سارے جسم کو کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ اور یہ بات کائنات حیہ کے بالکل برعکس ہے۔

سب سے پہلے انسان مادہ کے خواص دریافت کیا جس سے علوم الطبیعیہ پیدا ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے علم طبقات الارض۔ علم معدنیات۔ علم جغرافیا۔ علم کیمیا۔ اور علم فلکیات تحقیق اور تدوین ہوئے۔ اسکے بعد وہ کائنات حیہ پر غور و خوض کرنے لگا۔ اس غور و خوض کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم نباتات اور علم حیوانات پیدا ہو گئے۔ اسکے بعد آگے آئے علم وظائف الاعضاء (فزیالوجی) اور علم تشریح یعنی علم ترکیب اعضاء و اشکال حیوانی۔ اور علم الانسان اور علم طبقات الامم اور علم الاجتماع (سیاست مدن) اور علم الاقتصاد (پولیٹکل اکانمی) کا دنیا میں وجود ہوا۔ جب انسان کو خارجی دنیا کا اسقدر تھوڑا بہت علم ہو گیا وہ اپنے ذات کے جانب متوجہ ہوا۔ اب وہ اپنے ذات کے متعلق عرفان حاصل کرنا شروع کیا۔ اس تحقیقات سے علم النفس کا جنم دنیا میں آیا۔ بعد میں وہ ظواہر یا مظاہر نفس اور اسکے اعمال پر غور کرنا شروع کیا جس سے فلسفہ۔ منطق۔ اور علم زبان۔ اور ریاضیات وغیرہ تحقیق ہو گئے۔

انسان صرف علوم یا حقائق کے فراہم کرنے ہی پر بس نہیں کرتا بلکہ اسکو اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ وہ ان حقائق کو اعمال سے تطبیق دیکر ان سے استفادہ بھی حاصل کرے۔ اس بارۂ خاص میں یہاں تک محتاج ہے کہ اصلیت یا حقیقت کے جاننے سے پیشتر ہی وہ کسی کام میں ہاتھ ڈالدیتا ہے۔ اسکی وجہ اسکی زندگی کے ضروریات اور خود اسکی زندگی ہے کہ زندگی سب سے مقدم ہے۔ پھر عمل کے بعد اسکی تعلیل اور تحلیل کرنے

ملتا ہے اور اس سے اس لئے قواعد کلیہ استخراج کرتا ہے کہ کلیہ، جگہ جو اُسے کام آئے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا ایک ایک علم ایک پیشہ سے متعلق ہے۔ طبیعیات اس علم ہندسہ سے متعلق ہے جو کلوں کے بنانے اور درست کرنے اور انکو کام میں لانے سے خصوصیت رکھتا ہے۔ علم طبقات الارض اور علم معدنیات زمین کے طبقوں کے اسرار سے خاص ہیں۔ کیمیا کا دخل اکثر صنائع میں ہے۔ فلکیات اور جغرافیا کی ضرورت جہاز رانی کے متعلق ناگزیر۔ علم تشریح اور فزیالوجی تو طبیب کے مطلب کے بنیاد ہیں۔ سلطنت اور فرمانروائی اور حفظ امن عامہ کے لئے علوم اجتماعیہ کی سخت ضرورت ہے۔ فلسفہ ادبیہ تو عام انسانوں کے باہمی تعلقات کے لئے لازمی ہے علم نحو تحریر و تقریر کے کام آتا ہے۔ علی ہذا القیاس سب علوم کا یہی حال ہے۔

علوم کی اشاعت سے متعدد فوائد حاصل ہوتے ہیں: سب سے پہلا اور عام فائدہ یہ ہے کہ وہ ایک مستقل علم کہ مختلف لوگوں اور اشیاء کے متعلق حقائق ابتدائیہ اسی طرح تعلیم کرتے ہیں کہ جنکے بموجب پیچ و خم ہوتا ہے جس سے وہ یہ جان جاتا ہے کہ ان لوگوں اور اشیاء کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرے۔ اسکے سوا اور بھی کئی خاص فوائد ہیں۔ مثلاً علوم مادیہ ہی کو لیجئے۔ ان سے انسانی قوائے غور و تدبر و استنتاج کی ایک گونہ مشق ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ مشق ذہن اور عقل کو ایک خاص معاملہ سے عام معاملہ تک اور عام معاملہ سے خاص معاملہ تک رسائی کرنے کیلئے رہبر ہوتی ہے۔ پھر اس سے ترتیب و تنظیم افکار میں بھی بخوبی مدد ملتی ہے اور اس مدد کے ذریعہ ایک شخص مختلف حوادث و واقعات کو ٹھیک انہیں کے درجہ پر رکھ سکتا ہے۔ ذرا علوم عقلیہ ہی پر نگاہ ڈالو کہ کس طرح وہ انسان کو اسکے قوائے نفسی کی شناسائی دلاتے ہیں۔ وہ سمجھاتے ہیں کہ کیونکر انسان کو حقیقت تک پہنچنا چاہئے۔ انکا تقاضا ہوتا ہے کہ فرزند آدم مبدء و مرجع کائنات کے متعلق خوب خوب سمجھ رکھے۔ اور ان کے وسیلہ انکا عالم مختلف انسانوں کے اخلاق اور انکے طبائع کو جان جاتا ہے وہ اس شخص کو فضیلت اور جمال کی ماہیت اس غرض سے سمجھاتے ہیں کہ وہ ان دونوں کا محب اور انپر عمل کرنے والا ہو۔

## فنون

فنون احساس کا نتیجہ ہیں تمام فنون اپنے مختلف اشکال کے ساتھ خوبی کے معنی کو کسی صورت میں بتلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ خوبی سے ہماری مراد جمال ظاہری ہے۔ اور جمال ظاہری وہ ہے کہ ایک چیز کے اجزاء میں اس طرح تناسب پیدا ہو کہ دیکھنے سے نفس کو ایک مسرت معلوم ہو پھر اس تناسب کے باعث سامنے مجموعہ میں بھی معنی کا لیہ یا صورت کالیہ پیدا ہو جائے۔ رومن لوگوں کا مقولہ ہے کہ فن سے مراد چند جزئی معانی سے ایک کلی معانی کا نکالنا مراد ہے۔ اصلی فنون پانچ ہیں: ہندسہ معماری۔ حکاکی۔ مصوری۔ موسیقی۔ علم ادب۔ ان سب کی غرض اصلی یہی ہے کہ جمال ظاہری کی تصویر

یا تمثیل کھینچ کے سامنے پیش کر دے۔ مگر ایک چیدہ معارج انسان کے لئے ایک فائدہ حسیہ عائد کرتا ہے۔

بعض دانائوں نے فنون کے ساتھ دین کو بھی اضافہ کیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جس طرح فنون عواطف و وجدان انسانی سے پیدا ہوتے ہیں اسیطرح دین و مذہب کا بھی حال ہے۔ گویا فنون اور مذہب دونوں ایک ہی مصدر و منبع سے نکلے ہیں۔ فنون اگر وجدان جمال ظاہری سے پیدا ہوئے ہیں تو دین وجدان شعور آسمانی سے پیدا ہوا ہے۔ اس صورت میں دین کا اصل یہ ہوی کہ دین ان خیالات کا نام نہیں جو ایک انسان اپنے اعتقاد رکھتا اور اسپر عمل کرتا ہے بلکہ اس وجدان و شعور کا نام ہے جو وہ اس کائنات کے بارہ میں اپنے اندر رکھتا ہے۔ گویا اعتقاد اور عمل دونوں وجدان کے تابع ہیں۔ مگر یہ بحث اور ہی کہ کونسا درجہ ہے پھر بھی ہمکو اسمین ذرا بھی شک نہیں ہے کہ فنون جمیلہ کے جانب چندان لوگون کا خیال نہیں۔ اور مشرق میں تو انکی جانب کوئی جھک کر بھی نہیں دیکھتا۔ حالانکہ یہ وہ امور ہیں کہ جنکی تاثیر نفوس پر بہت گہری پڑتی ہے اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ جمال ظاہری کی محبت شعور و وجدان انسانی کو اور برسر ترقی اور آمادہ کرتی ہے کہ وہ ہر بات میں صورت کمالیہ کی تفتیش و تلاش کریں۔ اور قبیح سے خواہ وہ کہیں کیون نہ ہو نفرت کرنا سیکھیں۔ اور فنون ایک قوم کی زندگی کے لئے لازمی ہیں۔ دنیا کا کوئی قبیلہ خواہ وہ کیسا ہی وحشی اور ناشائستہ کیون نہ ہو ایک بھی ایسا نہ ملیگا جو کم سے کم حکاکی یا مصوری وغیرہ کو نہ جانتا ہو۔ آجکل ان فنون میں سے زیادہ اشاعت علم کی ہے کہ جس سے شاعری پیدا ہوی ہے۔ ہم شعر کے واسطہ اقوام اور اشخاص کے حالات اور انکے طبائع اور انکے اسباب سرور و کدورت کو بخوبی جان سکتے ہیں۔

**اعمال**

انسان صرف فنون اور علوم کو حاصل کرکے خاموش نہیں رہگیا بلکہ ان علوم و فنون کو عمل سے تطبیق دینے کی کوشش کی جسمیں تاریخ صرف اسکے تدوین اعمال کا نتیجہ یا نام ہے۔ اور بسبب صدور اعمال کے تین قسمیں ہیں۔ یا تو انکا ظہور فرد واحد سے ہوا ہوگا۔ یا قوم یا ایک ہیئت اجتماعیہ کے جانب سے ایک فرد کے اعمال اسکے چال چلن ہیں۔ اور قوم کے اعمال اس کا دستور العمل زندگی۔ اور ہیئت اجتماعیہ کے اعمال شرائع اور قوانین مختلفہ۔ اب ہم کو ان تمام قسم کے اعمال کے الگ الگ تعریف کرنا لازم ہے۔ اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے تاریخ سے شروع کرتے ہیں جو سب طرح کے اعمال کے جامع ہے:

(۱) تاریخ چند مشہور دانائوں کے نظر میں بڑے بڑے مشہور انسانوں کی سوانح عمری ہے۔ جو بلا تفکر اور حکومت کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور لوگ تاریخ کی اسطرح تعریف کرتے ہیں کہ "فی الواقع سیاست ماضیہ کا نام ہے"۔ نپولین کا مقولہ ہے کہ "تاریخ سے مراد وہ روایت ہے کہ جسکی لوگ تصدیق کر لئے ہیں"۔

بعض فلاسفر جو انسان کے آزاد ارادگی کے منکر اور اسکو مجبور بتلاتے ہین وہ کہتے ہین کہ اعمال انسانی یعنے واقعات تاریخی اسکے ارادہ و اختیار سے نہین پیدا ہوے ہین بلکہ حوادث طبیعیہ ہین کہ جن کا واقع ہونا لازمی ہے - بہرحال تاریخ تدوین واقعات کا نام ہے کہ جس مین مورخ کے شعور و وجدان کا کچھ بھی دخل نہیں ہوتا -

(۲) دستور العمل قومی - اس سے ایک قوم کے اخلاق اور عادات اور رغائب مجسم نظر آتے ہین - اسکے لئے یہ لازم ہے کہ یہ اخلاق اور عادات اور رغائب طبیعی طور پر ترقی کرتے جائین نہ یہ کہ ہم ترقی دینے کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا دستور العمل ایسی قوم کے لئے جو ذرا بھی مستعد ترقی نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہ دیگا - اسکو دوسرے لفظون مین یون کہا جاسکتا ہے کہ قوم اپنا دستور العمل آپ پیدا کرے نہ کہ دستور قوم پر اپنا اثر ڈالے - پس معلوم ہوا کہ دستور قوم کا تابع ہے نہ کہ قوم دستور کی تابع - وجہ یہ کہ دستور اسکے رغائب کے صورت کا نام ہے - دستور العملون اور قوانین رسالیہ کی تدوین گویا قوم کے رغائب کا ایک رمز ہے - اگر قومی خیالات اور دستور مین اتفاق نہ ہو تو دستور بیکار چلا جاتا ہے -

(۳) قوانین - ان اصول کا نام ہے کہ جنہین ایک ہیئت اجتماعیہ اس غرض سے بناتی ہے کہ اسکا شیرازہ قائم ہو اور اسکے اعضا بحفاظت رہین - یہ لازم ہے کہ قوانین ایسے لوگون کے جانب سے ایجاد کئے جائین جو انکے عملدرآمد پر بھی قادر ہون - ورنہ ایسے قوانین کی کیا قدر و قیمت جو صرف کاغذون مین لکھے پڑے ہین اور رائج نہین -

(۴) ایک فرد واحد کے اعمال - ایک فرد واحد جو زندگی بسر کرتا ہے وہ اپنے زندگی کے لئے بطور خود کچھ قوانین بنا رکھتا ہے کہ جن پر وہ گامزن ہوتا ہے - اسکے اعمال کا صالح اور طالح ہونا غلطی اور اتفاق کی وجہ نہین ہوتا بلکہ ان نتائج پر جو ان اعمال سے پیدا ہو جاتے ہین مگر اعمال صالحہ سے اس فرد اور سارے ہیئت اجتماعیہ کو فائدہ ہوتا ہے - اور اعمال طالحہ دونو انکو نقصان پہنچاتے ہین - اچھے کامون سے جنس بشری کی حفاظت ہوتی ہے اور برے کام اسکو برباد کردیتے ہین -

اب ہم ان فوائد کو بیان کرنا چاہتے ہین - جو نوجوانون کو تاریخ اور دستور العمل قوم اور قوانین قوم کے تعلیم کرنے سے حاصل ہوتے ہین :

اسکا پہلا فائدہ یہ ہے کہ نوجوان انسان کو معنی ہیئت اجتماعیہ معلوم ہو جاتا ہے

دنیا کی روش کے دو قسم رہین۔ ایک تقلید قدیم اور ایک استنباط جدید۔ اور ان مین سے دوسرے کا وجود اسی وقت ہوتا ہے جبکہ پہلی شق عملدرآمد ہوتی ہے۔ اور یہ علامت دیباچۂ فلاح و بہبود ہے۔ مگر وہ قوم جو صرف قدامت پرست ہو اور استنباط جدید نہ کرے وہ ایک قابل تنزل قوم ہوگی۔ اسکا ایسے اقوام کے ساتھ دوش بدوش رفتار کرنا محال ہوگا جو علم اور مدنیت مین بہت آگے بڑھ چکی ہین

جو لوگ امریکن یونیورسٹیون سے کامیاب ہو کر نکلے ہین دانشمندون نے انکا اور پھر ان مین سے ایسے لائقون کا شمار کیا جو کتاب مشاہیر امریکا کو زیب و زینت دینے کے قابل تھے۔ تو انہین فی چالیس ممتازین سے ایک شخص اسطرحکا فاضل نظر آیا۔ اور اسطرحکے جو لوگ اور یونیورسٹیون سے نکلے ان مین فی دس ہزار ایک قابل ذکر آدمی تھا۔

ثالثاً۔ اس بحث کے نتائج عملیہ۔

ا ۔ تربیت سے قوم زندہ ہوتی ہے۔ اور تعلیم اسکا اہم عمل ہے کہ اسی پر اسکے آیندہ قسمت کا دار و مدار ہے۔

۲ ۔ واجب ہے کہ مدرسہ کی صورت اس وسیع دنیا کا اس طرح ایک چھوٹا سا نمونہ ہو کہ طالب العلم کی حیات مدرسیہ اور حیات عملیہ مین کچھ بھی حد فاصل نہ رہے۔ پھر یہ بھی ضرور ہے کہ نوجوانون مین باہمی تائید و مدد کی بھی عادت پیدا کی جائے۔

۳ ۔ قومی ہیئت کا یہ اقتضا نہین ہے کہ اسکے افراد اپنے ذاتی فوائد کو قربان کر دین۔ بلکہ مصلحت عامہ اور مصلحت شخصیہ دونون بایکدیگر رفیق ہین کیونکہ ایک عضو کا فائدہ اسیطرح سارے جسم کا فائدہ ہوتا ہے۔ جس طرح سارے جسم کے فائدہ سے ایک عضو کا فائدہ ہے۔

۴ ۔ متعلم کے ذہن سے یہ بات فرو نہ ہونی چاہیئے کہ کتابین صرف تجربہ شخصی کے قائم مقام ہین۔ اور اکثر ان سے بے نیازی بھی نہین ہوسکتی۔ اسلئے صرف شاگردون کے دماغون مین اسمای کثیرہ اور دو راز کار باتون کا بھر دینا کافی نہ ہوگا۔

۵ ۔ مدرسہ طالب علم کا گویا دوسرا گھر ہے۔ اسلئے مدرسہ کا فرض ہے کہ وہ اس گھر کا قائم مقام ہو۔

۶ ۔ مدرسہ کا فریضہ ہے کہ وہ طالب العلم کو جماعت عامہ اور جماعت خاصہ کے مقتضیات کے مطابق طیار کرے۔ یعنے ان دونون اقتضاؤن مین سے جس امر کی ضرورت ہو اسیکے مطابق لڑکے کو تعلیم دے۔ کیونکہ اقوام کے خواہشات اور انکی مستعدی اور حاجتین انکے طبائع اور حالتون کے اختلاف

ــے مطابق جیسا کہ جیسی جیسی ضرورت ہو اسباق کی تعلیم و تربیت ہونی چاہیئے۔

# عقیدۂ تثلیث

## صرف عیسائیون سے مخصوص نہین

### بلکہ

### اگلی مختلف قدیم اقوام نے اسکو ایجاد کیا ہے۔

مولانا الشیخ محمد عبدہ مرحوم امام المشرق کے شاگرد رشید علامہ السید محمد رشید رضا اپنے پرچۂ المنار مین مولانای مرحوم کی مہتم بالشان تفسیر چھاپ رہے ہین۔ جہان قرآن مین حضرت مسیح کے متعلق عیسائیون کے عقیدۂ تثلیث کا بیان ہوا ہے وہان فرماتے ہین:-

"یہ عقیدہ صرف کچھ عیسائیون کا گھڑا ہوا نہین ہے۔ اگلی قدیم اقوام بھی مختلف ممالک دنیا مین زمانہائے دراز تک اسکے معتقد رہے ہین۔ جب عیسائیت کی ترقی ہوی اور قدیم بت پرست عقیدۂ تثلیث کی ماننی والی اقوام دائرۂ عیسائیت مین قدم رکھنے لگین۔ انہون نے تورات اور انجیل کے بعض متشابہ الفاظ کو اپنے عقیدہ اور خیال کے مطابق الٹ پلٹ کر تثلیث کو کھڑا کر دیا گویا دیدہ و دانستہ تحریف کرکے توحید کو جو ان کتابون کے اندر موجود تھی ایک لخت بھلا بیٹھے۔ انکے بعد سے یہ ناپاک عقیدہ عیسائیت کا جزو بنگیا اور اب اسی پر دین عیسوی کا دار و مدار ہے۔ اس راز کو علم تاریخ کے یوروپین عالمون ہی نے دریافت کیا ہے۔ چنانچہ اس بارہ مین انکی تحریرات اسطرح ہین:-

ایک مورخ جسکا نام موریس ہے اپنے "آثار ہندیہ قدیمہ" کے چھٹوین جلد کے ۳۵ وین صفحہ مین لکھتا ہے۔ "قدیم بت پرستون کے جتنی مذہبی تعلیمات تھین ان سب مین تثلیث کا عقیدہ موجود تھا"۔

ایک اور مورخ کہ جسکا نام دوآن ہے اپنی کتاب "خرافات توراۃ وغیرہ" کے ۳۶۶ وین صفحہ مین لکھتا ہے "اگر ہم اپنی نگاہون کو ہندوستان کی جانب ڈالینگے تو ہمین ظاہر ہوجائیگا کہ اہل ہند کی سب سے بڑی عبادت لاہوتی عقیدۂ تثلیث ہے اور بس۔ یہ سب لوگ اپنی زبان مین اس عقیدہ کا نام "تری مورتی" رکھتے تھے۔ یہ فقرہ دو سنسکرت لفظون سے

مرکب ہے۔ ایک ہندی تین کے معنون مین اور ایک مورتی صورت اور اقنوم اور ہندی مورتی سے مراد برہما۔ وشنو اور سیوا ہین جو الٰہ واحد کے اجزا اور پھر سب ملکر الٰہ واحد ہی ہین ہے

اسکے بعد یہ مولف اس عقیدہ کی تشریح کرتا ہوا لکہتا ہے " اہل ہند ہندی مورتی کو تین حروف سے تعبیر کرتے ہین یعنے۔ ا۔ و۔ م۔ **برہما** جو انکے نزدیک خالق کائنات ہے بجای باپ کے ہے۔ اور **وشنو** حافظ اشیای مخلوقہ بطور بیٹے کے۔ اور **سیوا** جو ہلاکت اور زندگی کا بانی ہے۔ بمنزلہ روح القدس کے۔ یہ لوگ کرشنا کو رب مخلص اور روح عظیم کے خطاب سے مخاطب کرتے اور اعتقاد رکہتے ہین کہ اسی وشنو پیدا ہوا ہے جو عالم ناسوت مین صرف اسلئے اوتار بنکر آیا کہ انسانون کی نجات ہو۔ اور یہ ہی ہندی تثلیث کے اجزا کا ایک جزو ہے "۔

اسکے بعد یہی مولف پھر لکہتا ہے کہ اہل ہند اپنے تیسرے اقنوم کی شکل ایک کبوتر کی بتاتے ہیں اور یہ بات ہو بہو عیسائیون کے بیان موجود ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ عیسائیون نے عقیدۂ تثلیث کو برہمنون سے لیا ہے۔ اور اخیر مین لگے اسکو اپنا خاص عقیدہ بتلانے۔ لطف یہ ہے کہ باوجود اس اصلیت کے عیسائی لوگ برہمنون کے اس تثلیث کو نجس کہتے اور اپنی تثلیث کو مقدس بتلاتے ہین حالانکہ یہ مال صرف لگے بت پرستون ہی کا ہے۔

فی الواقع ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ برہمنون کا اصل عقیدہ ہی ابتدائً توحید ہی تہا۔ سب سے پہلا رسول جو اہل ہند کے پاس آیا وہ حقیقت الوہیت کو تین صفات مین بیان کیا گیا جو ایک صفت خلقت و ایجاد۔ ایک حفظ و امداد اور ایک تصرف عالم کون و فساد۔ اس مین شک نہین کہ صفات خالق و مالک کیلئے لازمی ہین۔ مگر بعد مین جون جون زمانہ گزرتا گیا۔ بت پرست خیالات پیدا ہوتے گئے۔ اور رشدہ زندیق صفت لوگون نے ان صفات ثلاثہ کیلئے ایک دیوتا قرار دیا اور اسطرح اسمای صفات اقانیم الٰہیہ اور اجزای الٰہیہ بنگئے۔ چونکہ توحید کا معنے باقی تہا اسلئے اسکی تاویل کرنے لگے کہ خدا تو ایک ہے مگر اسکے اقانیم یا اجزاء تین ہین تاہم تینون ملکر ایک ہی خدا ہین۔ آخر یہ عقیدہ اور مشرقی اور مغربی بت پرستون مین سرایت کر گیا۔

علامہ السید رشید رضا کہتے ہین: ہند کو تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کے لئے کچھ بت بنائے ہین۔ مین نے ان بتون کو مقدس شہر بنارس کے میوزیم مین دیکہا جو گورنمنٹ کے جانب سے قائم ہے۔ ایک بت ایسا نظر آیا کہ جسکے تین موتہ تہے۔ مورخ مورلیس جو اپنے کتاب مین لکہا ہے کہ ہمنے ایک قدیم کہنڈر شوالہ مین تین سر والا ایک بت دیکہا تہا شاید وہ سیطرحکا بت ہوگا

معلوم ہوتا ہے کہ تین سر ہندوؤں کے یہاں تثلیث کا رمز ہیں۔
جسطرح اہل ہند کے یہاں تثلیث کا وجود ہے۔ اسیطرح پیروان بدھ بھی تثلیث کے قائل نظر آتے ہین۔ یہ لوگ بجائے برہا۔ وشنو اور سیوا کے بودھ کو خود مثلث الاقانیم مانتے ہین یہی حال اہل چین کا بھی ہے۔ وہ بھی بودھ کو مثلث الاقانیم مانتے اور فو کہتے ہین۔
مورخ "دوآن" اپنی کتاب خرافات توارات مین لکھتا ہے۔ چین مین ایک فیلسوف "لاوکو منز" نامی گذرا ہے۔ اسکا زمانہ مسیح چار یا چھ سو سال آگے ہے۔ اسکے پیرو ایک ایسے دیوتا کی پرستش کرتے تھے جو مثلث الاقانیم تہا۔ یہ لوگ **تاؤ** کے پیرو کہلاتے تھے۔ انکا عقیدہ تہا کہ تاؤ یعنے عقل اول سے ایک چیز پیدا ہوی۔ اور اس دوسری نے تیسری کو پیدا کر دیا۔ اور تیسری سے ساری کائنات خلق ہوی۔
پیروان بدھ کے سوا قدمای مصر بھی تثلیث کے قائل تھے۔ مصر کی ہیکل منفیس مین کاہن لوگ طالبان دین کو جو تعلیم دیتے تھے اس مین کہتے تھے کہ پہلا دوسرے کو پیدا کیا اور پہلا اور دوسرا دونون ملکر تیسرے کو پیدا کیئے اور اسطرح ثالوث مقدس مکمل ہوا۔ ایک وقت مصر کا ایک شاہنشاہ تولیسو کاہن تلینثو سے پوچھا بتلائے کہ کیا کوئی چیز ہم سے بھی پہلے تھی اور بعد مین بھی رہیگی۔ وہ جواب دیا ہان سب سے پہلے خدا کی ذات تھی۔ پھر کلمہ۔ پھر روح القدس۔ اور یہ ایک ہی طبیعت اور خاصیت کے ہین اور تینون بالذات ایک ہین۔ اور انہین تینون سے قوت ابدیہ ظاہر ہوی
غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقنوم ثانی کو مصریون ہی نے "کلمہ" کے نام سے نامزد کیا ہے۔ بعد مین یہ اصطلاح عیسائیت کا جزو اعظم ہوگئی۔ افلاطون اپنی لاہوتی تعلیمات مین جو جناب مسیح سے کئی سال آگے ہوتی تہین کلمہ کو الہ ثانی اور مجر فرزند خدا ہی کہتا تہا۔
مورخ "بونیک" اپنی کتاب قدمای اہل مصر مین لکھتا ہے "مصری دین مین ایک بات جو تعجب خیز ہے یہ ہے کہ یہ لوگ کلمہ کو لاہوتی مان گئے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اسی کلمہ سے ہر ایک چیز بنی۔ اور کلمہ خدا سے نکلا پھر کلمہ خود ہی خدا ہے۔ (حیرت اس امر کی ہے کہ یوحنا اپنی انجیل کو انہین الفاظ سے شروع کیا ہے)۔
علامہ السید رشید رضا کہتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ اہل مصر بھی لفظ کلمہ کے بارہ مین دہوکہ کہا چکے ہین۔ خدا کے جو رسول ادہر آئے ہونگے وہ تعلیم کیئے ہونگے کہ سب کائنات اسی کلمۂ (کن) سے پیدا ہوئی۔ بعد مین امتداد ایام کے باعث لوگ دہوکہ کہا کر کلمہ کو جزو آلہ اور

صاحب اقتدار سمجھ گئے ہونگے۔ اور یہ فاسد عقیدہ پیدا ہو کر نسلاً بعد نسلٍ علیسائیون تک پہنچا ہوگا۔ قرآن کہتا ہے انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون (جب اسکی مرضی کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتی ہے تو وہ کن کہتا ہے تو فوراً وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے) قرآن کے حق ہونے کے ثبوت کے لئے۔ اگر سارے قرآن کو بہی نہ دیکھا جائے تو صرف یہی ایک آیت کہ جس مین کلمہ کی حقیقت بیان ہوی ہے کافی و وافی ہے۔ اس مین صاف طور سے اگلی سب اقوام کی گمراہی بیان کر دی گئی ہے جو وہ کلمہ کے متعلق اختیار کئے ہین۔ اور صاف کہدیا ہے کہ کلمہ کہ جسکے لئے یہ سارے خیالات گھڑ لے گئے ہین۔ صرف اس سے مراد خدا کا حکم ہے اور بس۔ اور اس مین جہان تک توحید کا ثبوت ہے وہ کہلی کہلی طور سے ظاہر ہے۔

ہندؤون۔ پیروان بدھ اور جینیون کے بعد تثلیث کا وجود قدیم پارسیون اور دوسرے اہل ایشیا کے یہان بہی پایا جاتا ہے۔ مورخ ہیجین اپنی کتاب "انگلو سکسن" کے صفحہ ۱۶۲ مین تحریر کرتا ہے کہ قدیم پارسی متروس کو کلمہ اور وسیط اور نجات دہندہ اہل ایران تصور کرتے تہے۔ اس مورخ کے سوا اور ایک مورخ لکہتا ہے کہ اہل ایران ایک ایسے معبود کی پرستش کیا کرتے تہے جو مثلث الاقانیم تہا۔ اور اسکے تین اجزا کے تین نام تہے۔ ایک ہورمزاد۔ مترت۔ اہرمن۔ ہورمزاد تو خلاق عالم ہوا۔ مترت فرزند خدا۔ اور نجات دہندہ اور وسیط۔ اور اہرمن بادشاہ۔ مگر اکثر تاریخون سے یہ ثبوت ہوتا ہے کہ پارسیون کا اعتقاد تثلیث کے عوض تثنیہ پر تہا۔ اور وہ صرف یزدان آلہ خیر اور اہرمن آلہ شر کے قائل تہے۔

کلدانی اور اشوری اور فنیقی اقوام کلمہ پر اعتقاد رکہتے تہے۔ کلدانی کلمہ کو ممرار کہتے تہے۔ اور اشوریون کے یہان اسکا مردوخ نام تہا۔ اور یہ لوگ مردوخ کو انبجیا فرزند خدا تصور کرتے تہے۔

ایک اور مورخ تحریر کرتا ہے کہ جسقدر دینی ایجادات مشرقی وسائل سے آئے ہین ان سب مین تثلیث اور او تولد ثلاثی کا وجود پایا جاتا ہے۔

ان اہل ایشیا کے سوا یورپ مین یونان اور روم وغیرہ کے لوگ بہی تثلیث کے قائل تہے۔ انکے یہان ایک ایسے معبود کی پرستش ہوتی تہی کہ جسکے تین اقانیم تصور ہوتے تہے ایک اور مورخ لکہتا ہے کہ یونانی ایک مثلث الاقانیم خدا کے قائل تہے۔ اور جیسا انکے

# حکیم عمر خیام

(سلسلہ کے لئے دیکھو نمبر گزشتہ)

خیام کی زندگی فی الواقع درویشانہ تھی۔ اسکو قناعت مین مزہ آتا تھا۔ اکثر اپنی جاگیر مین رہتا اور دنیا تارک اور [illegible] وزارت سے [illegible] اٹھاتا۔ اس طرح کا فارغ دل اس مین شک نہین ضرور خدا رسیدہ بھی ہوگا۔ اس قناعت کے باعث اس نے علوم و فنون کی بہت کچھ خدمت کی۔ اور دنیا کو بہت فیض پہنچا گیا۔ مگر افسوس یہ سارا سرمایہ زمانہ کے دستبرد سے نہ بچ سکا۔ اب صرف دو چار رسالون کے سوا کہ جنکا تذکرہ ہم اوپر کر آئے ہین اسکی کسی تصنیف کا نام بھی کہین نظر نہین آتا۔ جس طرح سعدی سے خاک شیراز کو فخر ہے جس طرح فردوسی کا نام طوس کے لئے مایہ نازش ہے۔ جس طرح نظامی گنجہ کا نام زندہ رکھنے والے ہین۔ اور جس طرح خاقانی مطلع شروان کا آفتاب ہے جس طرح حسن کاشی سے کاشان کا نام روشن ہے۔ اسی طرح خیام سے سرزمین نیشاپور کو ناز ہے۔ اس مردم خیز شہر مین جو آج ویران ہے خیام کی قبر ایک سرسبز و شاداب مقام مین ہے۔ ہم کو امید ہے کہ اسکے قبر کا اندرونی حال بھی گلہائے بہشت برین سے سراپا رشکگاہ ہو رہا ہوگا۔

خواجہ نظامی سمرقندی جو خیام کے شاگرد ہین فرماتے ہین:

"مین بارہا اپنے استاد سے گفت و شنید کرنے کا فخر حاصل کیا ہون۔ ایک وقت وہ فرمانے لگے بھائی ہم جب مرینگے تو ہمارا مدفن وہان ہوگا جہان شمالی ہوا گلاب کے پھول برساتی ہوگی۔

مجھے اس پیشنگوئی سے بہت حیرت ہوی تاہم مین سمجھا کہ ضرور ان الفاظ کا کچھ معنے ہے۔ اسکے بعد مین نیشاپور سے واپس ہوکر اپنے معاملات مین لگ گیا۔ اس اثنا مین استاد داعی اجل کو لبیک بھی کہہ چکے تھے اور انکے انتقال کئے ایک مدت بھی ہو چکی تھی۔ مین پھر نیشاپور واپس ہوا۔ اور استاد کی قبر کی زیارت کو گیا تو دیکھتا ہون کہ قبر ایک باغ کے باہر واقع ہے اور پھولون

اور پھلون سے لدتے ہوئے درخت باغ کے اندر سے اپنے شاخون کو دیوار پر پھیلا دئے ہین اور یون قبر پھولون کی کثرت سے آنکھون سے اوجھل ہو رہی ہے :-

قیاس سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دنیا کا مشہور حکیم اور اسلام کا فخر ساٹھہ برس سے اوپر زندگی بسر کرکے ۵۱۷ھ ہجری یا اسکے ادہر ادہر رہگرای عالم بقا ہوا۔

خیام کی عام پسندی کی ابہی اس سے بڑہکر اور کیا دلیل ہونی چاہئے کہ اسکے رباعیات کا جہان انگریزی اور فرنسیسی اور جرمنی امریکن وغیرہ زبانون مین ترجمہ ہو چکا ہے، وہان اب عربی مین بہی ترجمہ ہوا ہے۔ اور یہ ترجمہ براسہ فارسی کا نہین بلکہ انگریزی کا ہے۔ اس مین معرب رباعیات کو سباعیات مین ترجمہ کیا ہے۔ یعنے ایک ایک رباعی کے مطلب کو سات سات مصرعون مین لیا ہے۔ پہر بہی خیام کی رباعی کا مزہ نہین آتا اور نہ فارسی رباعی کا وزن ہے۔ اصل یہ ہے کہ عربی مین ہمارے یہان کے رباعی کے اوزان نہین ہین۔ اس سے نکتہ دان سمجھ سکتے ہین کہ کسی قصہ اور کہانی اور خاص مطلب کا ترجمہ کسی اور زبان مین کرنا آسان ہے مگر شاعری کے نکات کو باقی رکہکر اسکو اور زبان مین لینا ناممکن کیا محال ہے۔

اب ہم نمونہ کے طور یہان پر اصل فارسی کی ایک رباعی کے ساتھ عربی سباعی بہی درج کرتے ہین تا اصل اور ترجمہ دونون کا فرق ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ دونون یہ ہین :-

## فارسی

از جرم حضیض خاک تا اوج زحل
کردم ہمہ مشکلات گردون را حل
بیرون جستم ز بند ہر مکر و حیل
ہر بند کشادہ شد مگر بند اجل

## ترجمۂ عربی۔

زحل کان موطی اذ رحلت بخیالی وفی السماک حللت
وصعابا من مشکلات حللت
واجتلیت الغوامض لمبہمات ولعتیت الحقائق السافرات
غیران الآجال والموت فیہا ذاک سر لہ انصرعنہ نقابا

# سرحیات

## گزشتہ سے پیوستہ

مادۂ ذکورہ پہنچتا ہے۔ جیساکہ حیوانات اور نباتات کی سنت توالد و تناسل ہے۔

انڈے مین مادہ ذکورہ کے داخل ہونے سے پیشتر ایک تغیر قبولیت مادۂ ذکورہ کے لئے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ مادہ اس مین داخل ہو جاتا ہے تب ہی تغیر کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ پھر بیضہ دو حصون مین منقسم ہوتا ہے اسکے بعد دو کے چار حصے ہوتے ہین۔ اور یہی سلسلہ لگ جاتا ہے۔ بعد مین خلیات کے اندر ایک نوعی شکل پیدا ہونا شروع ہوتی ہے جس سے ان مین باہمی فرق پیدا ہوتا ہے۔ اور اس فرق کے بعد اعضائے مختلفہ بننے لگتے ہین۔

ہم نے سمجھانے کے لئے صرف مختصر سا بیان لکھہ دیا ہے۔ ورنہ اسکے لئے علمی تجارب کی ضرورت ہے۔

انسان کا جو نطفہ پیدا ہوتا ہے وہ ابتدائی حالت مین ایک کیڑے کے نطفہ سے کچھ بھی الگ نہین ہوتا۔ ایک کیڑے کے نطفہ کے لئے بھی اسیطرح مادۂ ذکورہ کی ضرورت ہے جس طرح انسانی بیضہ کے لئے نطفہ کی اس عالم خلقت مین جو جو تغیرات ہوتے ہین وہ پورے طور پر ویسے ہی ہین جیسے کہ ایک کیڑے کے نطفہ کے تغیرات۔ ہان فرق اتنا البتہ ہے کہ انسانی نطفہ بہ نسبت ایک کیڑے کی نطفہ کے زیادہ اجزا سے مرکب ہوتا ہے۔

اب علماء یہ کوشش کر رہے ہین کہ مادۂ ذکورہ کی بیضہ کے بارور کرنے کے لئے جو ضرورت ہے وہ باقی ہی نہ رہے۔ بلکہ اسکے عوض ایک ایسے کیمیائی مادہ سے کام لیا جائے جو مادۂ ذکورہ کا سا کام دیتا ہو۔ پروفیسر لوعب صاحب اپنے تجارب کے جہان تشریح کرتے ہین وہان فرماتے ہین؛

" کیا ممکن ہے کہ ہم مظاہر حیات کی ایسی تعلیل کرین جو صرف اصول کیمیا اور اصول فلسفۂ طبعیہ پر مبنی ہو اور کسی اصول کا اس تحقیقات مین نام نہ رہے؟ سب سے پہلے دو علماء لاووازیہ اور لاپلاس اس تحقیقات کے جانب متوجہ ہوئے ۱۷۸۰ء مین انہون نے ثابت

کرنا شروع کیا کہ جسم انسانی کی حرارت ایک چراغ کی حرارت کے مساوی ہے - کیونکہ ان دونون مین سے جو کاربانک گیاس اٹھا کرتی ہے وہ ایکہی ہے اسکے بعد بہت سے علماء انکی پیروی کرنے لگے۔ اس مین شک نہین کہ اصول طبعیہ پر یعنے حیات کا تایا جانا ہئیت اجتماعیہ کے موجودہ طرز کو بالکل بدلا کر رکہہ دیگا جس سے سارے قوانین اور شرائع کا بدلانا اور ایک فرد واحد اور ایک جماعت کے زندگی کے لئے نئے اصول کا قائم کرنا لازم ہوگا "

"یہ تو معلوم ہے کہ ایک بعینہ اس وقت تک نشونما نہین پاتا جبتک کہ اس کے اندر وہ خلیہ نہین داخل ہوتا کہ جس مین ایک ننھا سا کیڑا موجود ہے - یہان پر سوال یہ ہے کہ اس مادۂ ذکورہ کی اس بعینہ پر کیا تاثیر ہے اور کسطرح یہ مادہ اس بعینہ کو بارور کرتا ہے ؟ آج سے دس برس پیشتر اس سوال کا جواب ناممکن تہا - مگر اب ہم بعینہ مونثہ کو موادکیمیائی کے ذریعہ اسطرح بارور کرنے مین کامیاب ہوچکے ہین جسطرح فطری مادۂ ذکورہ بارور کرتا ہے اور اسکا بہی ہم نے ثبوت دیدیا ہے کہ اس کیمیائی مادہ کا عمل بہی ہو فطری مادۂ ذکورہ کے برابر برابر ہے "

"جس وقت مادۂ ذکورہ بعینہ کے اندر داخل ہوتا ہے - بعینہ کے چارون طرف ایک جہلی پیدا کر دیتا ہے - اس جہلی کا نام غشاء التلقیح ہے (یعنے وہ جہلی جو مادۂ مونثہ اور مادۂ ذکورہ کے ملنے سے پیدا ہوئی) ہم نے چند مصنوعی گیاسون کے ذریعہ بعینہ کے اوپر اس جہلی کے پیدا کرنے اور اسکو ایک قلیل سی مدت تک ایک ایسی سیال کے اندر رکہنے مین کامیابی حاصل کی ہے جو سمندر کے پانی سے بہی زیادہ گاڑہا تہا - اسکے بعد اس بعینہ کو سمندر کے پانی مین رکہا گیا - یہان اس مین نمو طبعی ہونے لگا - اور ایسا ہی دوسرے حیوانات کے متعلق بہی کیا گیا - اس سے مجہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مادۂ ذکورہ کا عمل ہمارے مصنوعی مادۂ کیمیائی کے ٹہیک مشابہ ہے - ظاہر ہوتا ہے کہ مادۂ ذکورہ مین دو مادے شامل ہین - ایک کاربانک گیاس کے جیسا کوئی ترش مادہ - اور دوسرا یہ کہ وہ کسی ایسے گاڑہے سیال کا سائل کرتا ہے جو سمندر کے پانی سے بڑہکر کثیف ہے "

" اگر کوئی یہ سوال کر بیٹہے کہ کس طرح اس تدبیر سے بعینہ نمو کرتا ہے تو مین جواب دونگا کہ اس مادہ کا اس مین پہنچانا اسکے حرکت کو بڑہا دیتا ہے یعنے یہ مادۂ کیمیائی چاہ گونہ سے لیکر چہے گونہ تک اکسیجین سے استمداد دیا جاتا ہے - مین خود دیکہہ چکا ہون کہ جب اکسیجن کو بعینہ سے بند کر دیا جاتا ہے تو اسکا نشونما ٹہیر جاتا ہے - اور جب اکسیجن کی رسائی رہتی ہے برابر بڑہنے لگتا ہے پس ثابت ہے کہ حیات اکسیجن کے وجود پر اسطرح موقوف ہے جس طرح موت اس کے نہونے سے پیدا ہوجاتی - "

## خلاصۂ بحث

یہ کہ اگر ہم ایک خلیہ کو رکھکر اسکی کیمیائی تحقیقات کرینگے تو ثابت ہو جائیگا کہ وہ چند ایسے مواد سے مرکب ہے کہ جنمین سے اہم آکسیجن ہیدروجن کاربن۔ اور نیٹروجن ہین۔ اور کسی عجیب وغریب قوت کا نام ونشان نہین ہے۔ تاہم ہر ایک مادۂ کیمیائی اور ایک زندہ خلیہ کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ کیمیائی مادہ وہی نہین ہے جو خلیہ کا فطری مادہ ہے۔ اور یہ کہ ان مین سے ہر ایک کے جو خصائص ہین وہ ایک دوسرے سے بہت ہی الگ ہین۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی عالم کسی زندہ مادہ کو پیدا نہین کر سکا۔ تاہم بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ بات ممکن ہے۔ وہ امید کرتے ہین کہ ایک روز ایسا بھی آ ئیگا جس مین انسان حیات کو پیدا کر سکیگا اور ایک بیجان چیز کو زندہ کر دیگا۔ اس مین شک نہین کہ پروفیسر کاک لوب کے تحقیقات نے ایک میدان وسیع بحث وتجربہ کے لئے پیدا کر دیا اور اس راستہ کو بتا دیا ہے جو ابتدائے تخلیق انسان سے آج تک تاریک پڑا ہوا تھا۔ اس صورت مین ہو سکتا ہے کہ ایک روز ایسا آ جائے جس مین یہ بات ممکن ہو۔ تاہم ان قیاسات پر بھی ابھی اس وجہ یہ بات ناممکن سی نظر آ رہی ہے کہ باوجود علوم جدیدہ کے سیکڑون اسرار طبیعت انکشاف کرنے بھی آج ہی سر حیات سے اسی طرح انجان ہین جس طرح سیکڑون برس پیشتر تھے۔ غرض حیات اور زندگی کا راز صرف ایک خلیہ کے اصلی ماہیت کے دریافت ہو جانے پر منحصر ہے۔ ایک محقق کیا اچھا کہہ گیا ہے۔

"آپ مجھے ایک خلیہ کی اسرار کی خبر دین تب مین آپ کو
سارے زمین وآسمان کی رازون کی کیفیت بیان کر دونگا"

حافظ شیرازی اسی مقام پر پہنچکر فرماتے ہین:۔

شعر
حدیث از مطرب ومے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

---

(رسائل سیکا)

## کس امر مین ایک دانشمند کو متوجہ ہونا چاہئے؟

تو اپنے ایک مراسلہ مین مجھسے خطاب کر کے کہتا ہے کہ: آپ کا حکم ہے کہ

کہ آپ کا حکم ہے کہ میں لوگوں سے کنارہ کش رہوں اور اپنے دل سے گفت و شنید کرنے پر قناعت
کروں اور اپنے وجدان سے کلمہ و کلام کرتا رہوں۔ اگر ایسا ہے تو پھر آپ کی ان تعلیمات اور
نصائح کو کیا کروں جو تا دم مرگ کام ہی کام کرتے چلے جانے کی ترغیب و تحریص کرتے ہیں؟
مگر میں اسکا یہ جواب دیتا ہوں کہ یہ بھی تمہارا عجیب وہم ہے! کیا تمہارے اس خیال کے لحاظ
میں اپنی اس موجودہ حالت میں کام سے بالکل معطل ہوں؟ میں محض اپنے ارادہ و اختیار سے
جو گوشہ گیری اور منفردانہ زندگی اختیار کیا ہوں اس سے میری شریفانہ غرض اصلی یہی ہے کہ اس
کام میں زیادہ لگا رہوں کہ جسکی ادائگی کے میں درپئے ہو رہا ہوں۔ تاکہ اس کے کثیر فوائد
بہت سے انسانوں کے شامل حال ہوں۔ میں یہاں تک اس کام میں غرق رہتا ہوں کہ رات
کے تاریکی کا ایک حصہ بھی اسکے لئے خاص کر رکھتا ہوں۔ رات میں نیند سے مجھے اسی وقت راحت
ملتی ہے جبکہ میں کام کرتے کرتے تھک جاتا اور مجھپر نیند کا غلبہ ہونے لگتا۔ اور میرے آنکھیں اپنے
سامنے پڑے ہوے کاغذوں کو تک بمشکل دیکھ سکتی ہیں۔ میں صرف اس لئے لوگوں سے
کنارہ کش اور مادی اشغال اور اپنے خاص کاموں سے یکسو ہوا ہوں کہ ان علمی اعمال کی لئے
اچھی فرصت حاصل ہو رہے جو آنے والے متعدد زبانوں کے حق میں فائدہ بخش ثابت ہونگے۔
میں جو تالیف و تصنیف کر رہا ہوں اس سے بعض ان آنے والے زبانوں کو نفع اور فائدہ پہنچانا
منظور ہے۔ میں اپنے ان مصائب اور بلاؤں سے جو مجھپر آپڑیں اور جنکے زخم گو ابھی تک تازہ ہیں
مگر مندمل ہو گئے ہیں، جو مفید نصائح اور ہدایتیں۔ اپنے ذاتی تجربہ اور زمانہ کے حوادث کے بنا پر
اپنے تالیفات میں درج کرتا جاتا ہوں، وہ محض۔ اکیلے نہیں آئندہ صدیوں کے لئے ہیں۔ اور یہ
کہ تجربوں کے ذریعہ، گمراہی کے بعد زندگی کا روشن اور سیدھا راستہ معلوم ہو چکا ہے۔ اور نیز یہ کہ
زندگی کی شگفتوں اور اسکے خوش آئند حقیقت نما دھوکوں نے۔ مجھے ہر طرح مستعد
کر دیا ہے کہ میں اپنے سے پردہ اٹھادوں اور چلا کر علی الاعلان سب لوگوں کو
سنادوں کہ: ای لوگو اس دنیا کے تمام لذائذ اور خوشنما مظاہر سے دور
بھاگتے رہو جو قسمت کے اتفاق سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور ان بھینی خوبیوں
اور بے اصل خوش نصیبوں سے گریزاں ہو۔ اور یہ کہ جہانتک ہوا پرہیز کرنا اولی
ہے۔ زمانہ پر اعتماد نہ کرنا۔ اور یہ جان رکھو کہ تمہارے گھمنڈ اور بھروسے کی
مثال ان مچھلیوں اور ہرنوں کی سی ہے کہ جن کے لئے پھندوں میں غذا رکھی جاتی

جاتی ہے کہ جسکے کہانے کے ہوس مین یہ بیچارے قید مین پہنس جاتے ہین۔ زنانہ
کا بہی یہی حال ہے۔ وہ جو کچہ عطا کرتا ہے وہ صرف اسی غرض سے ہے کہ مردون
کو اپنے دام بلا مین پہانس لے۔ اگر ہمین منظور ہے کہ امن اور اطمینان کے ساتہہ
زندگی بسر کرین تو دنیا کے ان چیزون پر اعتماد مت کرو جو محض ظاہر نما پر فریب ہین
ورنہ تمہین ناکامی اور شکست اٹہانی پڑیگی اور نقصان اور کہلی کہلی گمراہی سے
سابقہ ہوگا۔ مین تجہ سے سچ سچ کہتا ہون کہ ہم ان پہندون مین رہکر یہ سمجہتے ہین کہ ہم لذائذ
کو حاصل کر رہے ہین حالانکہ معاملہ برعکس ہے کہ ہم ان لذائذ کے ذریعہ گرفتار ہوئے جا رہے
ہین۔ دنیا کی ظاہری ساز و سامان اور دنیا کی نعمتون کا انہماک فی الواقع ایک تیز گرداب ہے
کہ جس مین لوگ گرتے چلے جاتے ہین مگر لطف یہ ہے کہ الٹے یہ لوگ اپنے اس تنزل کو انتہا درجہ
کی عظمت و عزت خیال کرتے جاتے ہین۔ آدمی جس وقت اس دنیوی فریب کے دہارے کی
رو مین لڑہکنے لگتا ہے تو اسکو ایک حال پر ٹہرنا متعذر ہو جاتا ہے۔ اس وقت مین بچاؤ کی دو ہی
صورتین ہین۔ یا تو حتی الامکان اس دہارے کا مقابلہ کیا جائے۔ یا دنیوی معاملات زندگی ہی
سے الگ ہو۔ کیونکہ فریب دنیا اور اسکے ساز و سامان صرف طبیعت ہی کو نہین منقلب کر ڈالتے
بلکہ لوگون کو غار مین گرا کے بخوبی پیس دیتے ہین۔ بہت سے ایسے آسان قابل تقلید طریقے
ہین اور علاج شافی و وافی ہین کہ راہ زندگی مین جنپر گامزن ہونے سے تمہین فریب دنیا سے
نجات ہو سکتی ہے اگر تم ان کو کام مین لائینگے ضرور نجات بہی ہوگی۔ اور یہ طریقے یہی ہین کہ
تم اپنے اجسام کے جانب اسی حد تک متوجہ ہون کہ انکی سلامتی اور صحت باقی رہے۔ اور ان اجسام
کو سخت محنتناک زندگی کے عادی کر رکہین تا کسی موقع مین بہی انہین سرتابی کرنے اور عقل سے
منحرف ہونے کا کوئی وسیلہ ہی نصیب نہ ہو۔ اور کہانا اسی قدر کہائین کہ زندگی محفوظ رہے اور قابل
شرب چیزون کا اسی قدر استعمال ہو کہ پیاس فرو ہو جائے۔ لباس اس حد تک ہو کہ اس سے گرمی
اور سردی کا بچاؤ ہو سکے۔ گہر اتنا ہو کہ جہان رہنے سے ہم معمولی گرم و سرد زمانہ سے بچے ہوئے
رہین۔ خواہ وہ ایک ایسی حقیر جہونپڑی ہی کیون نہو۔ جو درختون کے جڑون اور شاخون سے بنا
دی گئی ہے یا کوئی قصر عظیم الشان ہی جو گچ اور چمکدار سنگ مرمر سے تعمیر ہوا ہے۔ میرے خیال
مین تو درختون کے جڑین اور شاخین ایک مکان کی اصلی غرض کو اس محل سے بڑہکر ادا کرتی ہین کہ
جسکی دیوارون پر سونے اور روپے کا پانی پہیر گیا ہو۔ بلکہ مین اور اس سے بڑہکر بہی یہ کہہ سکتا ہون

کہ ایک جھونپڑی ہی ایک قصر عظیم الشان سے زیادہ آدمی کو ہر ایک معمولی حادثہ سے محفوظ رکھہ سکتی ہے۔ پس تیرا فرض ہے کہ تو سارے نعمتون کو اپنے آنکھون مین حقیر سمجھتے اور ساری دنیوی ساز و سامان کے جانب۔ کہ جنہین کچہ بہی عزت اور زینت زندگی وہری نہین ہے۔ ذرہ بہی للچائی ہوی نگاہین نہ ڈالے۔ جان رکھہ کہ آدمی کی عزت اور زینت خاص اسی کے ذات کے باعث ہے۔ اگر وہ خود ہی عظیم الشان اور رفیع الدرجات ہو جائے تو دنیا کی سارے اشیاء اسکی سامنے حقیر و صغیر و کہائی دینی لگتی ہین۔

جو شخص اس نصیحت کو آنکھون پہر نصب العین کر رکہا۔ اور اسی طرح کے اور مثالون کو اس غرض سے فراہم کرنے کے جانب متوجہ ہوا ہو کہ ان سے آنے والی نسلون کو فائدہ ہو اگیا اسکی یہ کار روائی نفع و فائدہ کے بلحاظ تیرے نظر مین اس منصب جذجی کے برابر برابر نہین ہوسکتی ہے کہ جس مین لوگون کے تنازعات کا تصفیہ کرنا اور انکے معاملات مین نظر انصاف ڈالنا اور وصیتون کے آواخر مین مہرین لگانا یا مجلس اعیان (ہوز آف لارڈز) مین بیٹھہ کر کام کرنا۔ اور مختلف صیغہات سلطنت کے عہدہ دارون کو تائید دینا شامل ہے۔ ای دوست تو بخوبی اعتماد رکھہ کہ وہی لوگ کہ جنکے ظاہری حالات سے بیکاری کا ثبوت ملتا ہے وہی۔ اعمال جلیلہ ادا کیا کرتے اور وہی ہین جو سارے کائنات ارضی و سماوی کے جانب مشغول ہین۔ اب وقت ہے کہ مین اس چھٹی کو ختم کردون مگر میرا فرض ہے کہ ختم سے پیشتر ہی اوس روزانہ محصول کو ادا کردون کہ جسکا ادا کرنا مین نے اپنے آپ پر فرض کرلیا ہے۔ اور یہ وہ گوہر دانائی ہے جو مین نے بحر حکمت (حکیم) **اپی کیور** سے حاصل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

"کن عبد الحکمۃ یکن حرا جد الحریۃ"

(حکمت کا غلام ہو کہ تجھکو پوری پوری آزادی ملے) یونتو بیچارگی بندگی ذلت ہے) مگر یہہ وہ بندگی ہے کہ جس مین ذرہ بہر بہی ذلت اور ایذا نہین بلکہ اور خوشی اور بہجت ہی ہے۔ وجہ یہ کہ جو حکمت کا تابع ہو جاتا اور اسکے آستانہ پر سر رکہہ دیتا اور اسکے اوامر کی بجا آوری مین ثابت قدم ہوتا ہے اس پر سے فوراً غلامی کا جوا اٹہہ جاتا ہے۔ اور یہ خدمات حکمت عین النساست آزادی ہین۔ شاید تو یہان پر کہیگا کہ کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے اور فلاسفرون کے نکات حکمت کو چھوڑ کر صرف ایک اپی کیوریکی گو اورون پر ترجیح و تفضیل دے رہے ہو؟ مگر مین تجھے جواب دیتا ہون کہ کیون تو اپنے سوال مین یہ نہین کہا کہ یہ نکتہ تو بہت سے لوگون کی زبانون سے نکلا ہے۔ صرف ایک اپی کیور ہی

# جوا اور اسکا نتیجہ

(سلسلہ کیلئے دیکھو گذشتہ نمبر)

ایک دن خدا کا کرنا کہ الشیخ سعید بخار کے باعث سخت بیمار ہو گئے۔ نوبت یہاں تک بستر بیماری پر پڑے رہے۔ طبیبوں نے گھر والوں سے کہدیا کہ اب بڈھے میاں کی خیر نہیں۔ خدا ہی بچائے تو بچیں۔ کریسٹو جو الشیخ علی سے متعلق ہر ایک بات پر کان رکھتا تھا طبیبوں کے اس ناامیدی کو سنا۔ بہت خوش ہوا۔ اور الشیخ علی کو تنہا کر کے پھر بلوایا اور بے کھٹکے ہزاروں پونڈ قرض دیدیے۔ تاکہ کریسٹو کی خوشی بہت دیر نہ رہی کہ شیخ سعید بہت جلد شفایاب ہو گئے۔ انکی شفایابی کریسٹو کا جنازہ نکالدی۔ بہت ناخوش ہوا اور پھر علی کو قرضہ دینے سے ہاتھ روک لیا۔

اسکے بعد علی کی زندگی نہایت ہی تنگدستی میں گزرنے لگی۔ کہیں سے کسی رقم کی کچھ صورت نہ تھی۔ جیسے ہر کے بعد کبھی وہ رقم ملتی جو باپ کی جانب سے جیب خرچ کیلئے ماہانہ عطا ہوتی تھی۔ اور یہ قلیل رقم بھی اسیوقت کرسٹو کے منہ جوئے خانہ کے جواریوں کے نذر ہو جاتی تھی جبکہ وہ ملتی تھی۔ اس کے بعد تنگدستی سے یہ حال ہوا کہ علی کی آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی۔ وہ خانہ نشین ہو گیا۔ اور یہ فکر کرنے لگا کہ کسی طرح باپ کی دولت ہاتھ لگے اگر جوئے میں لگائے اور اسطرح دولتمند بنجائے۔ آخر سوچتے سوچتے چوری اور دغابازی کا خیال اسکے ذہن میں گزرا۔ الشیخ سعید کی ایک منہ لگی جوان خادمہ تھی۔ شیخ صاحب اسپر بڑا اعتماد رکھتے تھے۔ خادمہ کو بڈھے کی ثروت کے تمام مواقع معلوم تھے۔ علی بتدریج اس سے محبت پیدا کرنا شروع کیا۔ جب جب اسے دیکھتا اپنی نگاہوں گھورتا گویا اس کا دل عشق کی آگ میں جلا جاتا ہے۔ ان ظاہری حالات سے پیشتر خادمہ بھی سمجھنے لگی کہ علی مجھپر مرتا ہے۔ وجہ یہ کہ عورتوں کا دل نہایت نرم ہوتا ہے اور ادنی ادنی تاثیر اسکو بیچین کر دیتی ہے۔ اور اس تاثیر کا زیادہ اثر ہوتا ہے جبکہ اس میں عشق و محبت کی چمک ہوتی ہے۔

باغ کے کسی گوشہ میں علی ہر رات اس سے ملتا۔ اور اپنا عشق جتاتا تھا۔ اس موقع پر باپ کی بخل اور سختی کی شکایت بھی کرتا۔ ان باتوں کے وقت کچھ مایوسانہ حرکات اسسے ایسے ہی سرزد ہوتے تھیں کہ ناداں خادمہ کا دل اسکے لیے جلنے لگتا اور اسکے ایک ایک لفظ پر اس کا دل پانی پانی ہو جاتا تھا۔ اگر خادمہ کا دسترس ہوتا تو ایک دم سے علی کو اس دنیا کے اعلیٰ درجہ رفاہیت و فارغ البالی پر پہنچا دیتی۔

نذر کیا جائے کہ وہ ایک ادنی خادمہ تہی اور اسکا ہاتہ ہر ایک قدرت سے خالی تہا۔

جس وقت علی کو یقین ہو گیا کہ خادمہ اسکی محبت کے دام مین گرفتار ہو گئی اور اب وہ ہر ایک فرمائش کو ادا کرنے طیار ہے تو ایک شب باغ مین خادمہ سے ملا اور بولا کہ کل کا روز والد بزرگوار پچاس ہزار پونڈ لئے ہوے القاہرہ کو جانے والے ہین۔ یہ مبلغ القاہرہ کے ایک بنک مین جمع کیا جائیگا۔ جب وہ بنک سے چک لیکر واپس ہون۔ چک اڑا کر اُسے دیدے۔ چک کے نقدی ہوتے ہی مین بلاشک وشبہ اس سے بیاہ کرلونگا۔ سنتے ہی خادمہ نے تو کانون پر ہاتہ رکہدئے۔ پھر بولی یہ چوری اور دغابازی ہے۔ اس کا نتیجہ بہت برا ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ اس خیال سے باز آئین اور کوئی دوسری تدبیر سوچین۔ مگر علی اپنے اصرار پر قائم رہا اور بار بار ایسی سحر آمیز نگاہین اس پر ڈالتا رہا جسکا معنی یہ تہی کہ مجھپر رحم کرو رحم کرو۔ ان نگاہون نے آخر خادمہ کو چوری پر راضی کر دیا۔ اور وہ وعدہ کر دی کہ جس روز یہ چک ہاتہ مین آئیگی۔ فوراً اسکے حوالہ کر دیجائیگی۔

خادمہ نہایت ہی امانت دار تہی کبھی اسکے جانب سے کوئی خیانت نہ ہوی تہی۔ اس لئے الشیخ سعید کو اسپر پورا پورا اعتماد تہا۔ تمام چکین اسکے حوالہ تہین۔ اور کرنسی نوٹون سے بستے اسکے تحویل رہتے تہے۔ وہ ان کاغذات کو پوری امانت کے ساتہ رکہتی اور مانگنے پر جون کے تون حوالہ کر دیتی تہی۔ مگر دیکہو اسکی ساری ایمانداری جاتی رہی۔ اسکے کانون مین علی کے محبت بہرے الفاظ گونجنے لگے۔ جب جب اسکو علی کا وعدۂ مناکحت یاد آتا مارے خوشی کے آپے مین نہ رہتی۔ غرض اسطرح وہ اپنے سارا ایمان کہونے راضی ہو گئی ؎ عشق ازین بسیار کردست وکند ۔ سبحہ را زنار کردست وکند ۔

جس روز الشیخ سعید القاہرہ سے چک لیکر گہر واپس ہوے۔ علی خادمہ سے ملا اور بولا اب دیری کاہیکی۔ مین آج شب کو باغ مین منتظر ہونگا۔ کسی طرح یہ چک میرے حوالہ کر دی جائے نادان خادمہ کہ جسکے حوالہ سب قسم کے اوراق تہے اس چک کو لی ہوی آدہی رات کو جبکہ ساری خدائی سو رہی تہی باغ کے اس گوشہ مین پہنچی جہان علی اس کا عاشق بحالم انتظار کے گہڑیان گن رہا تہا پہنچکر انہی کانپتے ہوے ہاتون سے جو اس جرم کے باعث حرکت کر رہے تہے چک کو علی کے حوالہ کر دی۔ علی اسکو لیکر باغ باغ ہو گیا۔ پہچکر آغوش مین لپٹا لیا اور بہینچ بہینچ کر بوسے لے۔ اسکے بعد بولا اب مین علی الصباح القاہرہ کے جانب روانہ ہو جاؤنگا۔ وہان بنک سے مبلغ حاصل کر کے القاہرہ مین رہائش اختیار کرونگا۔ اور چند روز کے بعد تمہین بہی بلوالونگا۔ مگر لازم یہ ہے کہ تم آٹہ دس روز تک محل ہی مین رہین تا ہماری سازش ظاہر نہ ہو۔ علی کی خوش نصیبی یہ تہی کہ اس چک مین لکہا گیا تہا کہ دیکہتے ہی فوراً حامل چک کو روپیہ

دیدیا جائے۔ اس میں کسی خاص شخص کا نام نہ تھا۔

دوسرے روز علی القاہرہ کے جانب سوار ہو گیا۔ سفر سے پیشتر باپ سے کہا کہ کچھ ضروری کام کیلئے میں اسکندریہ جاتا ہوں۔ باپ خاموش رہ گیا کہ حسن کم جا یا کے۔ یہاں شیخ جی قاہرہ پہنچکر بنک سے مبلغ حاصل کرکے۔ نصف مبلغ تو آپ لئے اور نصف کرسپٹو کے نام سے جمع کردیا۔ تا اسکے قرضہ کا کچھ حصہ بیباق ہو جائے اور پھر اسکے نزدیک ساکھ ہو اور وہ وقت ضرورت روپیہ دیا کرے۔ اسکے بعد شیخ جی چند روز القاہرہ میں رہے اور یہاں کے قہوے خانوں میں کچھ مبلغ صرف کیا۔ پھر المینا چلے آئے اور آتے ہی کرسپٹو کے قہوے خانہ پہنچا چاہئے۔ بنک کی چک حوالہ کی اور کہا اب آپ شوق سے پچیس ہزار پونڈ یہاں سے وصول فرمالیں۔ کرسپٹو بہت کچھ شکریہ ادا کیا اور بولا اگر روپیہ کی ضرورت ہو گئی تو میں ہر طرح مدد کو تیار ہوں۔ اسکے بعد کرسپٹو فوراً القاہرہ پہنچا۔ اسنے بنک سے روپیہ وصول کرلیا۔ اور چشم زدن میں پھر المینا آپہنچا۔

ہمارے شیخ جی رات دن کرسپٹو کے قہوے خانہ میں رہ پڑے۔ کبھی یہاں سے باہر نہ نکلتے تھے۔

اب خادمہ کا حال سنو۔ چند روز کے بعد وہ شیخ جی کی تلاش میں القاہرہ روانہ ہوئی۔ یہاں کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا مگر علی کا پتہ نہ لگا۔ سمجھی کہ علی کی محبت صرف ریاکارانہ تھی۔ مطلب روپیہ حاصل کرنا تھا اور نہیں۔ کہاں کا بیاہ کدھر کا نکاح۔ غصہ میں بھری ہوئی المینا لوٹی اور دل میں ٹھان لیا کہ سارا روداد شیخ سعید سے کہہ سنائے۔ چنانچہ وہ المینا پہنچ کر جب محل کو چلی جارہی تھی راستہ میں شیخ علی سے ملاقات ہوئی دیکھکر خیر و عافیت پوچھی اور وعدہ مناکحت کو یاد دلایا۔ علی بولا۔ دیوانی سارا بیاہ برات اس چک پر منحصر تھا۔ اب تو غفلت کے باعث یہ چک میرے ہاتھوں سے کھو گیا میں اسی کی تلاش میں سرگردان پھر رہا ہوں۔ خادمہ سنکر سمجھی کہ یہ بھی حضرت کی ایک چال ہے۔ سیدھی محل کو آئی اور الشیخ سعید سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ پہلے تو وہ سچ نہ جانے مگر جب صندوق کھولکر دیکھتے ہیں تو چک کو نہ پاکر بہت برہم ہوئے اور باہر آکر ایک تار القاہرہ کی بنک کو روانہ کیا۔ وہاں سے جواب آیا۔ آپکے فرزند آکر روپیہ لے گئے۔ اس جواب سے الشیخ سعید کو آگ لگ گئی۔ ایک وکیل کے پاس گئے اور ساری روداد بیان کی اور کہا کہ جسطرح ہوسکے شیخ علی پر عدالت فوجداری میں چوری کا مقدمہ قایم کرکے سزا دلادی جائے۔ وکیل بولا باپ کے مال کے چرالینے سے بیٹے پر کوئی مقدمہ قایم نہیں ہوسکتا۔ ہاں البتہ اس سے روپیہ واپس لیا جاسکتا اور خادمہ کو سزا مل سکتی ہے۔ شیخ سعید کو یہ منظور نہ تھا اسلئے واپس ہو گئے اور اسکے بعد جاسوسوں کو متعین کر دیا کہ علی کو جہاں پائیں پکڑ لائیں ان لوگوں نے کرسپٹو کے قہوے خانہ میں علی کو پایا۔ کشاں کشاں لے آئے اور باپ کے روبرو کھڑا کر دیا۔ دیکھکر الشیخ سعید نے بہت کچھ لعنت و ملامت کی مگر علی بت بنا کھڑا رہا۔ کسی بات کا جواب نہ دیا۔ آخر تنگ کر شیخ صاحب

محلے سے اسکو نکالدیئے۔ اور نوکرون کو تاکید اکید کی کہ اگر وہ کبھو یہان قدم رکھنا چاہے تو نہ گھسنے دین۔

اس اہانت کے بعد علی المینا ہی مین ایک الگ مکان کرایہ پر لیکے اکیلا رہنے لگا۔

# چھٹوان باب

## توبہ

در دل ہوس گناہ و بر لب توبہ

زین توبہ نادرست یارب توبہ

ایک زمانۂ دراز تک علی یونہی باپ سے الگ رہا۔ اس اثنا مین جوا اسکے دن رات کی دل لگی تھی۔ نہ باپ کے خفگی کا خیال تھا۔ نہ بدنامی کا خوف۔ آخر بتدریج سب مال ہار گیا۔ اب بجز مسٹر کریسٹو سے قرضہ لینے کے چارہ ہی کیا تھا۔ کریسٹو قرضہ تو دیتا تھا مگر قلیل سی رقم کیلئے [illegible] تمسکات لکھا لیتا تھا۔ اسطرح چندہی روز مین اس سے دوگونہ بوجھ میان علی کی گردن پر پڑ گیا جتنا کہ وہ کریسٹو کو بیباق کرچکے تھے اسکے بعد تو کریسٹو قرض دینے کی قسم کہا لیا۔ ناچار [illegible] دوست احباب سے تھوڑا بہت قرضہ ملنے لگا جو خانہ خرابہ جوے خانہ مین اسکے شناسا ہوگئے تھے۔ اور یہ قلیل مقدار روپیہ بھی بڑے وعدہ وعید اور ٹالا ٹولا کے بعد ملتا تھا کہ جبکے لئے [illegible] دوست کے پاؤن کو تک چاٹنے پڑتے تھے۔ پھر خوشامد بھی کرنی پڑتی تھی۔ چند روز کے بعد خود علی کو اپنی ذلت وخواری کا احساس ہونا شروع ہوا کہ ہائے کہان وہ شان واعزاز اور کہان یہ نکبت وخواری۔ آٹھون پہر اسی فکر مین گھلنے لگا۔ گھلتے گھلتے سوکھ کر قاق ہوگیا۔ دن کا چین جاتا رہا۔ راتون کی نیند حرام ہوگئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف امراض آگھیرے۔ ابھی ایک بیماری سے نجات نہ ہوئی تھی کہ دوسرا مرض حضرت کی خیریت پوچھنے کو آموجود ہوجاتا تھا۔ پھر مصیبت یہ تھی کہ خویش واقارب یار ومددگار سے دور اکیلا ایک گوشۂ عزلت مین پڑا تھا۔ چارون طرف سے بلاؤن کا سامنا۔ مگر ایک بھی ہمنشین اور مددگار اور دوست جو تسلی دیکر دل بہلائے مفقود۔ اس سے بیچارہ کی جان بڑی ضیق مین پڑ گئی اور آخر ایک مرض نے ایسا آدبوچا کہ میان کی حالت نہایت ہی قابل رحم ہوگئی۔

الشیخ سعید کے ایک لنگوٹیے یار تھے وہ سنکر علی کے پاس گئے۔ اسکو دیکھا۔ پھر شیخ کے پاس گئے اور بیٹے پر ترحم کرنے اور اسکو گھر اٹھوا منگوانے کے لئے سفارش کرنے لگے۔ شیخ سعید نے صاف انکار

کر دیا کہ دوبارہ وہ میرے گھر میں نہیں آ سکتا۔ مگر علی کی ناسازی باپ کے دیر کا لنقش فی الحجر ہو رہی تھی۔ پھر اس مبلغ کثیر کا جو جوئے میں صرف ہو جاتا تو اور بھی انکو برہم کر دیا تھا۔ شیخ نے اس اصرار کو دیکھ کر دوسرے خود علی کو اپنے یہاں اٹھوا منگوا لیے۔ اور ایک کمرہ اسکے رہنے کو دیا۔ اور شہر کے دو مشہور طبیب معالج قرار پائے جو ہر روز ہر بات کے نگران اور پرسان رہا کرتے تھے۔ انکی اس مہربانی سے علی کی صحت بحال ہونی شروع ہوئی جس سے اس نیک نہاد بزرگ کو بھی بڑی خوشی ہو رہی تھی۔

علی کی بیماری اور بیکسی کی خبر فائقہ تک بھی جا پہنچی۔ وہ رونے اور ماتم کرنے لگی۔ آٹھوں پہر اسکی آنکھیں تر رہتی تھیں دن کی بے چینی اور راتوں کی بے خوابی نے فائقہ کی صحت کو خراب کر دیا۔ الشیخ سعید اس امر سے بہت کچھ منع کرتے تھے۔ مگر فائقہ کو بیٹے کا حال زار سنکر صبر نہ آتا تھا۔ جس سے فائقہ بہت ضعیف و زار ہو گئیں۔ بی بی کی یہ حالت دیکھ کر الشیخ سعید بیٹے کی لغزشات سے درگزر کرنے طیار ہو گئے۔ اور بی بی سے اسکا وعدہ بھی کر دیا۔

جس وقت فائقہ کو شوہر کا ارادہ معلوم ہو گیا وہ ان بزرگ کو اس حالت سے آگاہ کیں جو علی کو اپنے پاس رکھکر تیمارداری کر رہے تھے۔ اور کہلا بھیجی۔ آپ مجھپر منت رکھکر پھر ایک بار شیخ صاحب سے بیٹے کے بارہ میں سفارش کریں۔ وہ راضی ہو کر الشیخ سعید کے پاس چلے آئے اور بہت وقت تک بڑے میاں کو سمجھاتے اور منانے پر آمادہ رہے۔ آخر شیخ جی مان گئے اور یہ طے پایا کہ علی انکے محل میں لایا جائے اسکا علاج ہو۔ تندرستی کے بعد وہ جوئے سے توبہ کرے۔ اگر یہ اطاعت ہو اور عمر بھر وہ اس خانہ خراب کھیل کے پاس نہ پھٹکے اور نیک نہاد رہے تو پھر اسپر نظر عنایت ہو اور وہ ہر کام میں باپ کا شریک حال رہے ورنہ فرزندی سے عاق کر دیا جائے اور شیخ کو اس سے کچھ بھی تعلق نہ رہے۔ ان شروط پر علی باپکے گھر لایا گیا دو حاذق طبیب معالجہ کرنے لگے۔ تین مہینوں تک لگاتار علاج ہوتا رہا۔ تب کہیں جا کر مرض زائل ہوا۔ اور شفائے کلی نصیب ہوئی۔ جب بیٹا پورا تندرست ہو گیا۔ ایک دن الشیخ سعید اپنے دوست کو بلوا بھیجے۔ اور بیٹے کو بھی حاضر کیے۔ پھر دونوں بزرگوں نے علی سے ان شرطوں کا ذکر کیا جو اسکے غائبانہ میں دونوں دوستوں کے درمیان قرار داد ہوئی تھیں۔ ان شروط کو سنکر علی توبہ خالصہ کیا اور کہا کبھی جوئے کا نام نہ لونگا۔

اسکے بعد محل میں رہنے لگا۔ اور طریق پرہیزگاری پر چلنے کے لیے کوشش شروع کر دیا۔ ہر روز علی الصباح اٹھتا۔ نہا دہو کر وقت پر نماز فجر ادا کرتا۔ نماز کے بعد نہایت ہی تضرع و زاری سے خدا کی درگاہ میں اپنے ناکردنی افعال کی مغفرت اور توفیق نیک عطا ہونے کے لیے دعا مانگتا۔ پھر ہوا خوری کے لیے باغ میں جاتا۔ جب آفتاب طلوع ہوتا باپ کے پاس آتا اور نہایت ہی ادب سے پاس بیٹھ کے معاملات تجارت میں

بڑے میان کا ہاتھ بٹاتا جسکی انہین اس بڑھاپے مین از حد ضرورت تہی ۔

جس وقت باپ کو بیٹے کی نیک نہادی اور پرہیزگاری نظر آئی اور معلوم ہوگیا کہ اب پھر کبھی وہ جوے کے پاس نہین پھٹکیگا تو بہت خوش ہوے اور اپنی ایک زمینداری کا اہتمام و انتظام بیٹے کے سپرد کردیئے علی بہی نہایت ہی تندہی سے اپنا فرض مفوضہ کو ادا کرنے لگا۔ ہر روز نماز صبح کے بعد ان کھیتون کو جاتا۔ دن کا کہانا وہین کہاتا۔ شام تک ہر ایک بات کی دیکھہ بہال کرتا اور رات کو واپس ہوکے دن بہر کی رپورٹ سناتا اور دوسرے دن کے کام کے لئے باپ سے مشورہ کرتا ۔

جب بیٹے کا چال چلن یہان تک درست ہوگیا شیخ صاحب کو مناسب نظر آیا کہ بیٹے کی شادی کرکے اسکو خانگی دہندون کی زنجیر مین جکڑ دے تا وہ پھر اپنے گذشتہ مشاغل لایعنی مین مشغول ہونے نہ پائے ۔ انہون نے پہلے اپنے اس ارادہ کو فاطمہ سے بہی ظاہر کیا۔ بی بی بہی شوہر کی رائے سے متفق ہوگئی۔ تجویز کے بعد دونون میان بی بی نے علی کو اپنے ارادہ کی خبر کی۔ علی بہی راضی ہوگیا۔ شیخ کے ایک دوست کی لڑکی نہایت ہی صاحب جمال تہی اس سے شادی کردی گئی۔ شادی کی ضیافتین بڑی دہوم دہام کی ہوئین۔ ضیافتون کے علاوہ مساکین کی بہی بخوبی اعانت کی گئی ۔

شادی کے بعد الشیخ سعید کا گمان ٹہیک نکلا کیونکہ علی پیشتر کے بہ نسبت اور بہی راست باز اور نیکوکار بنگیا۔ ہر روز اسکا چال چلن اور بہی درست ہونے لگا۔ اور صلاح و پرہیزگاری بہی بڑہتی جاتی تہی۔ یا تو وہ اوقات عبادت مین کہڑا نماز پڑہتا دکہائی دیتا تہا یا سارا دن اپنے کام مین مشغول رہتا تہا۔ گویا اب وہ اگلا علی نہ تہا جو دن رات جوے خانون کے کمرون مین گہسا بیٹہا لایعنی باتون مین اپنی اوقات بسر کرتا تہا۔ اسطرح الشیخ سعید کا اعتماد اور بہی بڑہگیا۔ جب پورے طور پر وثوق ہوگیا تو انہون نے فرزند کو اپنا جانشین کیا اور سب کام اسکے سپرد کردیئے۔ علی بہی نہایت ہی عرق ریزی سے اپنے جملہ فرائض ادا کرنے لگا۔ سارا دن محل ہی مین رہتا اور کل کامون کی دیکھہ بہال کرتا۔ کرلیٹو اور اسکا جوے خانہ اسطرح سب اسکے دل سے فراموش ہوچکے تہے گویا وہ کبہی اس یونانی اور اسکے محل سے شناسائی ہی نہین رکہتا تہا ۔

اسی حالت سے دو سال گذر گئے۔ روز بروز باپ کا اعتماد بیٹے پر بڑہتا گیا جس سے شیخ جی کے دل سے وہ ساری بدگمانیان نکل گئین جو گذشتہ چال چلن کے باعث بیٹے کے بارہ مین اسکے اندر بیٹہی ہوئی تہین۔ مگر افسوس یہ خواب خوشگوار بالکل عرصہ قلیل تک رہا۔ چاندنی چٹکی پھر اندہیرا پاکہ۔ گرمیون کی گہٹا چہائی اور نکل گئی۔ بجلی چمکی۔ آنکہون کو چوندہیا دیا مگر مسافر ہو تاریکی کا تاریکی مین۔ جناب الشیخ کا

جس طرح باپ کے جملہ اعمال کے مختار ہوے اور باپ کی ثروت لگے انگلیون کے اشارہ پر حرکت کرنے لگی اور تمام
تجارت اور زمینداریون کا سارا انتظام اور کل سیاہ سپید انکے قبضۂ قدرت مین آگیا جبتک کہ فریب دینے
ابلیس لعین آموجود ہوا۔ قمار بازی کا خیال جو اسنے دونون خود روگہاس کے بیجون اور جراثون کے مانند دل مین
دیکا پڑا تہا وہ شیخ سعید کے انتہا ثروت و دولت کے بارش کے ساتھ ہی نمو پانے لگا۔ جوے خانہ اور اسکے
جلہ کرے یاد تسنے لگے۔ اس لحاظ سے بہی اب یہ خیال علی مین پیدا ہو گیا تہا کہ اسکا کوئی روکنے ٹوکنے والا
نہ تہا۔ اور یہ کہ ہر کام مین جانشین اور متصرف خود مختار رہنے کے باعث باپ کو بیٹے کی ... کا ...
نہ چل سکتا تہا۔ مگر وہ بہاری بہاری قسمیں جو وہ اسکے اور اسکے نیک نہاد دوست ... روکا ... تہا
منع کرتی تہین کہ کمبخت کیا کرتا ہے۔ دیکہ ان کا وبال دنیا اور آخرت مین تیرے سر پڑیگا۔ مگر ... بازی
کے لگے مزے کہینچ رہے تہے چلو کرلیٹو کے محل کی ہوا کہا آئین سہ ایمان۔ جب دوسامنے تو کہینچ ...
کبہ میرے پیچہے تہے کلیسا جوے آگے۔ اس لڑائی مین کبہی نیکی ور ہو جاتی تہی اور کبہی بدی۔ بڑا کہٹکا اس کا
تہا کہ کبہی ایسا نہ ہو کہ مین دولت کا ایک کثیر حصہ جواریون کے نذر کر دون مگر شیطان کہتا تہا ڈرو نہین
کہ ایک کو دس اس نفع ہو جائیگا۔ قرآن حکیم سچ فرماتا ہے۔ ان النفس لامارۃ بالسوٓء (نفس امارہ
صرف برائی ہی کے جانب راہبری کرتا ہے)

اب تو یہ حال ہو گیا کہ حضرت جب جب ہوا خوری کیلئے باہر نکلتے دل خود بخود کرلیٹو کے جوے
خانہ کی جانب کہینچا چلا جاتا مگر چونکہ ایمانی طاقت ابہی کمزور نہین پڑی تہی اسلئے اس خیال کو دل سے
نکال دیتا تہا۔ روز روز کے رجحان سے آخر ایمان کا زور کم پڑ گیا۔ اور شیطان کی فتح ہوئی۔ ایکدن
جب ہوا خوری کیلئے باہر نکلا تو کرلیٹو کے جوے خانہ مین جا ڈٹا۔ مسٹر کرلیٹو دیکہتے ہی سمجہ گئے لیکن
نہایت ہی تپاک سے ملاقات کی اور کہا کہ مین آپکے اعزاز کو دیکہکر نہایت ہی خوش ہو رہا ہون۔ ادہر ادہر
کی باتین ہو ہوا کے آخر کرلیٹو بولا چلو اندر چلکے جوے خانہ کی سیر کرو۔ مگر علی کرلیٹو کے معدود رحیۃ اصرار
پر بہی انکار کرتا رہا کہ نہین اسوقت ناممکن۔ فرصت کم۔ مجہے وقت معہود پر محل کو لوٹ جانا ہے۔ البتہ پہر
کسی روز دیکہہ لیا جائیگا۔

یہ کہہ کر جب شیخ صاحب روانہ ہونے لگے تو کرلیٹو نے کان مین ایک ایسی بات کا تذکرہ
کیا کہ انکے سارے اعضا لرز اٹہے اور چہرہ پر ہوائیان اڑنے لگین اور یہ تذکرہ اس قرضہ کا تہا جو
علی کے ذمہ واجب الادا تہا۔ کرلیٹو کہدیا قرضہ کی ادائگی مین تاخیر ہونے کے باعث اس کا بہت بہاری
نقصان ہو رہا ہے۔ اور یہ بہی بیان کیا چونکہ اب وہ پورے طور سے صاحب شوہر کے بلا شرکت مالک

ہو متعرف ہین اسلئے آپ باپ سے بتا سکتے ہیں (الشیخ) کو دیدے سکتے ہین۔ علی ان باتون کو سنکر کریسٹو کو ہر طرح اطمینان دلایا۔ اور تہوڑا وقت خانہ خراب جوے خانہ کی سیر کے باہر نکلا

جب یہ اس شیطانی گھر سے باہر نکل رہا تہا الشیخ سعید جواد ہرتے ہو کر جا رہے تہے بیٹے کو دیکہ لئے۔ اس سے ان کے دل مین خدشہ پیدا ہو گیا ایسا نہ ہو کہ ایک مدت دراز کے توبہ و پرہیزگاری کے بعد علی پہر جوے کے پہیر مین آگیا ہوا ور شیطان مردود اسپر اپنا دام تزویر ڈالدیا ہو۔ باپ کو دیکہکر علی بہت پریشان ہوا۔ فوراً روبرو آکے سلام کیا۔ شیخ صاحب نے اسکے یہان آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ علی بولا کچہ ضروری کام تہا اسلئے آنا ہوا۔ بڈہا جہاندیدہ بولا۔ مین نہین جانتا کہ تمہارا یہان پر کوئی ضروری کام ہو گا۔ مناسب یہی ہے کہ تم یہان پہر قدم نہ رکہین۔ یہ آمد و رفت ایک نہ ایک وقت پہر تمہین جوے کے غار مین گرادیگی اور وہ سب صفات حسنہ ایک لخت تشریف لیجا ئینگے جو اس مدت مدیدہ کے صلاح و پرہیزگاری کے باعث پیدا ہو کر مان باپ اور ہر ایک شناسا کو تمسے خوشنود کرتے ہوئے تمہاری سابقہ لغزشون پر پردہ ڈالدئے ہین۔ شیخ صاحب اسقدر کہکر بیٹے سے جدا ہو گئے۔ دل مین ٹہان لیا کہ بیٹے کی سخت نگرانی کرنی چاہئے اور بجز ضرورت کے اسکو کبہی راتون مین محل سے باہر جانے کی اجازت نہ دیجائے

جس وقت علی محل مین آیا۔ بیرونی باغ مین حوض کے کنارے آبیٹہا۔ بیٹہکر اس وسوسہ شیطانی پر غور کرنے لگا جو اسکو کریسٹو کے جوے خانہ۔ مین برآمد ہونے کی حالت مین دیکہ لینا از بہت ہی شرمندہ کر رہا تہا۔ دلمین بولا افسوس اب بدگمانی کے باعث ضرور والد بزرگوار میرے پیچہے جاسوس لگا دینگے جسکا نتیجہ بہت برا ہوگا۔ یہ سوچکر ٹہان لیا کہ جون بنے دونون اپنی موجودہ روش پر قائم رہے تا آئندہ چلکر کوئی خرابی ہونی نہ پائے۔

اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد کریسٹو کی جانب سے علی کو ایک چٹہی پہنچی جس مین قرضہ کیلئے تقاضا طلبی ہوئی تہی۔ لکہا تہا کہ قرضہ اگر پورا ابہی نہ ادا ہو اس کا ایک حصہ تو ادا ہو جانا چاہئے۔ اس چٹہی کو دیکہکر اطمینان دہی کیلئے علی کو مجبوراً کریسٹو کے پاس جانا پڑا۔ اور جاتے ہوئے ایک کافی مبلغ ہمراہ لیگیا کریسٹو کو دیکر جب اس سے اس مبلغ کی مقدار کا اپنا دیا ہوا تمسک واپس طلب کیا تو وہ بولا بالفعل مین یہ تمسک آپکو دے نہین سکتا کیونکہ اسطرح کے تمام کاغذات ایک ایسی محفوظ جگہ رکہے ہوے ہین جہان تک اس وقت جانا نہین ہو سکتا۔ یہ کہکر ایک رسید لکہ دیا جسمین اس مبلغ کے بدست ہونے کا اعتراف تہا

یہ دن مہینے کے ابتدائی ایام کا تہا جب وقت علی گہر واپس ہوا ایک ملازم باغ مین ملا اور اپنی تنخواہ مانگی جو اسے ابتک نہین ملی تہی۔ اسکی درخواست سنکر علی اپنے جیب سے نوٹ بک نکالا

# عروس فرغانہ

## ایک

## تاریخی فسانہ عاشقانہ

یہہ عربی ناول ہی اسکا مولف مصر کا مشہور ادیب **جرجی زیدان آفندی** ہی جو اپنی تاریخی ناولون کیلیئے ساری دنیا مین مشہور ہونیکے علاوہ ملک مصر کے ان دس لایق فایق فضلا مین سے ایک ہی جو آج فخر ملک سمجھے جاتے ہین اسے **اسلامی تاریخ** پر بڑا عبور حاصل ہی جسکے بلحاظ **لنڈن کی وی رائل ایشیاٹک سوسائٹی** نے اسکو اپنے اعزازی ممبرون مین شامل کر رکھا ہے اسکے قصون کی بڑی خوبی یہ ہی کہ پڑھنے والونکو اگلے مسلمانون کے سارے کارنامے معلوم ہوجاتے ہین اور پہر یہ ایسا دلچسپ ہوتا ہی کہ بے ختم کیئے کتاب کو ہاتہ سے رکھدینے کو جی نہین چاہتا۔

اس قصہ مین جبر یا جبروت عباسی خلیفہ المعتصم باللہ کے عہد خلافت کی تاریخ ہے ہمین خلیفہ کے جلال و جبروت اس کی فوق العادت زور و قوت اسکی اسلامی جوش حمیت شہر سامرا بنانے کی کیفیت کعبہ سامرا کی تعمیر قدیم پارسی مذہب کے معتقدات عید نوروز کی کیفیت۔ آتشکدون کا سمان عبادت کا طرز عام گہرون کے حالات طرز ماند و بود خلافت مین پارسیون کا اقتدار قدیم ترکون کے فوجی عادات۔ انکا عروج۔ جنگ شہر بذ و اقعہ عموریہ کہ جسمین خلیفہ خود مجاہدین کا شریک ہوا تہا۔ وغیرہ وغیرہ حالات **ضرغام اور جہان** کے دلچسپ فسانہ عاشقانہ کے ساتہ ساتہ بیان ہوئے ہین اور لایق مترجم نے بہی جا بجا اہم تاریخی حاشئے دیئے ہین۔

جناب مولوی **محمد بدیع الدین** صاحب سابق ایڈیٹر مورخ نے کہ جنکے عربی ترجمون کی شہرت محتاج بیان نہین اسکو شگفتہ اردو مین لیا ہے حجم پانسو صفحون کے اوپر ہے۔ لکہائی چہپائی خوب تقطیع خوشنما تعلیق رنگین پر بہار مگر **قیمت** یکہ روپیہ ۸ر جو صاحب چاہین ایڈیٹر صاحب مورخ کے نام وی پی کی اجازت بہیجکر منگوالین

نمبر۴ اسکے پڑھنے سے آپکا قیمتی وقت جو ضایع ہوگا اسکے عوض کئے چند معاوضہ ملا دیگا۔

## دو

| | |
|---|---|
| وقت پر آپکی خدمت پوری پوری بجا لائینگی۔ | گرمی کے زمانہ مین یہ دو ائین آپ کے دکہہ درد کے سچے دوست ہین۔ |

| سردرد و ریاح دردکی دوا | عرق پودینہ |
|---|---|

**عرق پودینہ**

تازی ولایتی پودینہ کی ہری پتیون سے یہ عرق بنا ہے رنگ بہی پتیون کے ایسا ہے اور خوشبو بہی تازہ پتیون کی سی ہے۔ یہ عرق بچے سے ضعیف تک کو ایک سان فائدہ کرتی ہے۔

پیتے ہی درد مٹاتی ہے
روتے کو ہنساتی ہے

مندرجہ ذیل امراض کیواسطے نہایت ہی مفید اور اکسیر ہے۔ نفخ ہو جانا۔ کھٹا ڈکار آنا درد شکم بدہضمی اور متلی اشتہا کم ہونا ریاح کی علامت وغیرہ کو فوراً دور کرتی ہے قیمت فی شیشی ۸/ آٹھ آنہ۔ ڈاک محصول ۵/ پانچ آنہ پوری حالت فہرست بلاقیمت منگا کر دیکھیے

**سردرد و ریاح دردکی دوا**

تاسئے رسے درد و سر درد سے پہٹا جاتا ہے اوڑا جاتا ہے یہ ایسی دوا ہے کہ استعمال کرتے ہی فوراً آرام ہوتا۔ ڈاکٹر برمن کے دردکی ٹکیہ ایسے ہی اتفاق وقت کے لئے بنی ہے۔

درد لحظہ مین پہاڑ ہو جاتا ہے
یہ لحظہ مین پانی کر دیتا ہے

صرف یہی نہیں بلکہ بدن مین جہان کہان سیلاح درد جیسے ٹیس۔ چمک۔ ہنک اور کٹکنی سے چاہئے جسقدر تکلیف ہو جلد درد سر دور ہوتی ہے قیمت ۱۲ ٹکیون کی شیشی چھہ آنہ ۶/ محصولڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵/ اور بارہ شیشی کا ۶/